جسپال اور بانیتا حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے پیچھے دو، دائیں بائیں دو اور ایک سامنے پسٹل تانے کھڑا تھا۔ وہ بھاگنا تو کیا لڑنے کی پوزیشن میں بھی نہیں تھے۔

''کون ہو تم اور اس طرح ہمیں کیوں.....'' جسپال نے پوچھا تو سامنے والے نے کھردری آواز میں تلخی سے جواب دیا۔

''بھونکتا کیوں ہے، بتایا نہیں سوال صرف ہم نے کرنا ہے، تم نے صرف جواب دینا ہے؟''

''پوچھو، کیا پوچھتے ہو؟'' جسپال نے یوں کہا جیسے ہتھیار ڈال دیئے ہوں۔

''وہ جمال کدھر ہے، جسے تو نے جزیرے سے اٹھایا تھا۔ اب یہ مت کہنا کہ تجھے پتہ نہیں۔'' اس نے تیزی سے پوچھا۔

''میں ہی جمال ہوں۔ بولو کیا کہنا ہے؟'' جسپال نے اعتماد سے کہا۔

''جب تمہارے جسم کا ریشہ ریشہ الگ ہوگا تو تیرے بدن کی بوٹی بوٹی بولے گی کہ جمال کدھر ہے۔'' وہ انتہائی نفرت سے بولا۔

''سندو کدھر ہے؟'' جسپال نے جواب دینے کی بجائے پوچھا تو اس نے غصے میں کہا۔

''میرے پاس ہے، وہ بھی سب بکے گا۔ جس طرح تم بکو گے۔'' یہ کہہ کر اس نے پسٹل تانتے ہوئے جسپال پر نگاہیں جمائے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

''چلو، انہیں لے چلو''۔ ایسے میں ان چاروں نے انہیں آ کر پکڑ لیا اور پاس کھڑی ایک ہائی ایس کی جانب بڑھے۔ ابھی وہ دو قدم ہی آگے بڑھے ہوں گے کہ اچانک دو لوگوں کی چیخیں بلند ہوئیں اور انہوں نے بے ساختگی میں بانیتا اور جسپال کو چھوڑ دیا۔ یہی وہ لمحہ تھا، جس کا فائدہ انہوں نے اٹھایا۔ گولی کسی نے بھی چلائی ہو، فی الوقت گرفت تو انہی کی کمزور ہوئی تھی۔ انہوں نے پہلے پسٹل والے ہاتھ کو قابو کیا، دوسرا زوردار پنچ ان کے چہرے پر مارا۔ وہ لڑکھڑا گئے۔ دونوں نے بیک وقت اپنے اپنے گھٹنے کا استعمال کیا، وہ ایک دم سے چیخے اور ان کی گرفت مزید ڈھیلی پڑ گئی۔ دونوں نے حملہ آوروں کے پسٹل چھین لیے۔ تب تک ایک اور فائر ہوا، وہ پانچواں جس نے پسٹل تان کر باتیں کی تھیں، وہ کراہتا ہوا زمیں بوس ہو گیا۔ بانیتا اور جسپال دونوں ہائی ایس میں گھس گئے۔ تبھی جسپال نے باہر کا منظر دیکھا۔ پارکنگ میں چند لوگ موجود تھے۔ جو ملگجی روشنی میں صاف دکھائی دے رہے تھے۔

''جسپال گھبرانا مت، ہم پہنچ چکے ہیں۔'' نوتن کور کی سامنے سے آواز آئی تو وہ باہر نکل آئے۔ ان پانچوں کو فائر لگ چکا تھا۔ لیکن یہ یقین نہیں تھا کہ کون زندہ ہے اور کون زندہ نہیں رہا۔ جسپال اسی پانچویں بندے کے پاس گیا اور ٹھوکر مارتے ہوئے پوچھا۔

''اب جواب دو گے یا مرنا پسند کرو گے؟''

''میں مر رہا ہوں، مجھے بچاؤ'' اس نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

''ایک شرط پر، ابھی اسپتال لے جاؤں گا، بولو تم لوگ کون ہو اور سندو کہاں ہے؟''

''ہمیں آفیشل آرڈر ملے ہیں کہ یہاں سے سندو نامی بندے کو اٹھانا ہے اور جو بھی اس کی معلومات کے لیے آئے، اسے بھی پکڑنا ہے۔'' اس نے کراہتے ہوئے کہا۔

''کس نے دیئے یہ آرڈر، آرمی، را، پولیس؟'' جسپال نے تیزی سے پوچھا۔

''پولیس کا......'' اس نے مشکل سے بتایا

''سندو کہاں ہے؟'' جسپال نے پوچھا۔

''ہمارے ہی ایک سیف ہاؤس میں ہے۔'' اس نے اٹکتے ہوئے بتایا

''رابطہ کرواور بتاؤ کہ تم کس حالت میں ہو۔ اسے واپس لایا جائے، ورنہ تم پانچوں تو گئے۔'' جسپال نے کہا۔

''وہ ابھی تک میری ہی کسٹڈی میں ہے۔ میں مر گیا تو وہ تمہیں نہیں ملے گا۔ مجھے اسپتال لے چلو'' اس کے کہنے پر جسپال نے ایک لمحہ کے لیے سوچا اور پھر ایک دم سے پسٹل نکال کر اس کے ماتھے پر رکھ دیا۔

''ہمیں اس کی اتنی ضرورت نہیں، بھلے مار دوا سے۔ لیکن اب ممبئی پولیس کے ساتھ ہماری جنگ شروع ہے۔ لو، مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' یہ کہہ کر اس نے فائر کر دیا۔ اس نے دوسرا سانس بھی نہیں لیا اور اس کا سر ڈھلک گیا۔ پھر اس نے باقی چاروں کی طرف دیکھا اور بولا۔

''ان چاروں کو دیکھو۔ جو زندہ ہو اس سے پوچھو، سندو کہاں ہے؟ جو جواب نہ دے اسے گولی مار دو۔ اور ان کے سیل فون نکال لو۔'' جسپال نے تیزی سے کہا۔

''ایک کو گولی نہیں لگی۔ باقی تینوں مر چکے ہیں۔'' بانیتا کی آواز گونجی تو قریب پڑا شخص نے جو زندہ بچا تھا تیزی سے بولا۔

''وہ اسی علاقے کے سیف ہاؤس میں ہے۔''

''کہاں ہے وہ سیف ہاؤس؟'' بانیتا نے پوچھا تو اس نے پتہ بتا دیا۔ وہ قریب ہی دیوی نگر میں تھا۔

''تم لوگ اسے لے کر نکلو، ہم دیکھ لیتے ہیں۔ اگر اس نے غلط بیانی کی ہو تو اسے راستے میں مار کر پھینک دینا۔ جلدی، وقت کم ہے، فائرنگ کی آواز بہت دور تک گئی ہوگی۔'' نوتن کور نے کہا تو جسپال نے قریب پڑے بندے کو اٹھایا اور ہائی ایس میں پھینک دیا اور ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔ باقی مرے ہوئے لوگ لہولہان ہو رہے تھے۔ چند لمحوں ہی میں وہ وہاں سے چل دیئے۔ نوتن کور کے ساتھ آئے لوگ ان کی وین کے آگے پیچھے تھے۔ اگرچہ فائرنگ سے کافی سارے لوگ متوجہ ہو گئے تھے لیکن کوئی قریب نہیں آیا تھا۔ وہ کسی مزاحمت کے بغیر وہاں سے نکل گئے تھے۔ سڑک پر آتے ہی ان کے راستے جدا ہو گئے۔ ذرا سا فاصلہ طے پایا تھا کہ اس زندہ بندے کا سیل فون بول پڑا۔ وہ مضطرب ہو گیا تو بانیتا نے اسے کہا۔

''کرو بات۔''

''میرے آفیسر کا فون ہے۔'' اس نے اسکرین پر دیکھ کر کہا تو اس نے فون پکڑ کر اسپیکر آن کر دیا۔

''جی سر!''

''کہاں ہو تم لوگ، ادھر فائرنگ کی آواز......''

''سر باقی سب مر گئے ہیں۔ میں ہی بچا ہوں اور ان کی گرفت میں ہوں۔'' اس نے صورت حال بتا دی

''وہاٹ، یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟'' دوسری طرف سے انتہائی حیرت میں کہا گیا۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں سر۔ اگر اس بندے کو آزاد نہ کیا گیا تو میں بھی مر جاؤں گا سر۔'' اس نے مایوسی بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ سب کیسے ہو گیا۔'' آفیسر نے پوچھا تو بانیتا نے اس سے فون پکڑ کر کہا۔

''اُوئے الو کے پٹھے، تجھے لوگوں کو جان سے مارنے کا حق ہے، تو کیا دوسروں کو جان بچانے کا بھی حق نہیں۔ سنو، اگر اگلے پانچ منٹ میں سندو آزاد نہیں ہوا تو ہم اس بندے کو تو مار ہی دیں گے اور پھر اگلا ٹارگٹ تم اور تیرے اگلے پیچھے ہوں گے۔''

''دیکھو، تم لوگ مجرم ہو، اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دو، میں......'' اس نے کہنا چاہا تو بانیتا نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''لگتا ہے تم فلمیں زیادہ دیکھتے ہو، فضول باتیں مت کرو، پانچ منٹ شروع ہوئے پانچ سیکنڈ ہو گئے ہیں۔''

''اوکے، میں اسے واپس کر دیتا ہوں۔ لیکن اس کی کیا گارنٹی ہے کہ تم میرے جوان کو نہیں مارو گے۔'' آفیسر کی آواز آئی۔

''وقت کم ہے، ڈیل کرو، ورنہ ہمارا آدمی تو سمجھو مر ہی گیا ہے، لیکن پھر کیا ہو گا، یہ تم جانتے ہو۔'' بانیتا نے غصے میں کہا۔

''یہ جو تمہارے پاس بندہ ہے، اسے معلوم ہے۔ یہ تم لوگوں کو لے آئے گا۔'' آفیسر نے پھر کٹ حجتی کی تو بانیتا نے فون بند کر دیا۔ پھر وہ فون اپنے ہاتھ ہی میں رکھتے ہوئے بولی۔

''دیکھ جوان، سوچ کر جواب دینا، جو پہلے پتہ بتایا تھا، وہی درست ہے یا......'' اس نے جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔ تو وہ سوچتے ہوئے ہی بولا۔

''سو فیصدی درست ہے، اب اگر وہ لوگ بندے کو آگے پیچھے کر دیں تو میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔''

''اوکے۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنا سیل فون نکالا اور رونیت کو آفیسر کا نمبر دے کر کہا کہ اس کی لوکیشن دیکھ کر بتاتی رہو۔ اگر یہ کہیں ادھر ادھر حرکت کرے تو فوراً بتانا۔

ان کی وین تیزی سے بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ جسپال کا دماغ اس سے بھی تیز بھاگ رہا تھا۔ اسے کہیں نہ کہیں گڑبڑ محسوس ہو رہی تھی۔ ایک دم سے ان کے گرد گھیرا تنگ ہو جانا بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔ اس کا پہلا خیال گوپال نند کی طرف گیا، کہیں اس نے تو بے غیرتی نہیں کی۔ مگر وہ تو بات رات تک ختم ہو گئی تھی۔ اگر اس کی طرف سے ایسا کچھ ہوتا تو وہ رات ہی دھر لیے گئے ہوتے۔ جس طرح آفیسر نے اُسے وہاں بلایا تھا، وہ اکیلا تو نہیں ہو گا۔ وہ تو ان کے لیے پوری فیلڈنگ لگائیں گے۔ تو کیا سندو کو ان کی گرفت میں مر جانے دیں؟ یہ سوال ابھرا تو اسے ایک دم سے تکلیف ہوئی۔ وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا، چاہے چند دن کا ساتھ تھا، وہ اسے چھڑانے کی پوری کوشش کرے گا۔ یہ سوچتے ہی اس نے فیصلہ کر لیا۔ جو بھی ہو گا اب دیکھا جائے گا۔ اس کے خیالات کی تارتب ٹوٹی جب، بانیتا کا فون بج اٹھا۔ وہ چند لمحے بات کرتی رہی، پھر فون بند کرتے ہوئے بولی۔

''یہ جوان ٹھیک کہہ رہا ہے۔ وہی لوکیشن ہے۔''

''چلو، پھر نوتن کو بتاؤ، ادھر ہی نکلیں۔'' جسپال نے کہا۔ ہی تھا کہ زوردار سنگھ کا فون آ گیا۔

''جی انکل۔'' بانیتا نے فون رسیو کرتے ہی کہا۔

''کہاں پر ہو؟'' اس نے پوچھا تو اس نے اپنی صورت حال بتا دی۔

''اس بندے کو قابو میں رکھو اور فوراً کسی محفوظ ٹھکانے پر پہنچو۔ ادھر گل مہر روڈ والے ٹھکانے پر مت جانا۔ وہاں اگر کوئی ساتھی ہے بھی تو اسے وہاں سے نکل جانے کا کہو۔ میں بعد میں فون کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

بانیتا نے جسپال کو بتائے بغیر پہلے رونیت کو فون کیا کہ وہ وہاں سے پوری احتیاط کے ساتھ فوراً نکل جائے اور وہیں پہنچے جہاں سے آئی تھی ۔ وہ اس سے بعد میں رابطہ کرے گی۔ بعد میں اس نے جسپال کے کان میں بتایا۔ اس نے وین کی اسپیڈ بڑھا دی۔ یہ اس کی اضطراری کیفیت کا لاشعوری اظہار تھا۔ اسے بالکل نہیں معلوم تھا کہ وہ کس طرف بھاگا چلا جا رہا ہے۔ بانیتا نے نئی صورت حال کے بارے میں نوتن کور کو بھی آگاہ کر دیا۔ دونوں ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر تھے۔ کچھ دیر بعد جسپال نے ایک مارکیٹ کی پارکنگ میں وین روک دی۔ اس وقت تک انہیں نہیں معلوم تھا کہ وہ کس علاقے میں ہیں۔ بانیتا نے اس بندھے ہوئے زخمی جوان پر ترپال ڈال دی۔ اس کا سیل فون اٹھا کر وین سے نیچے اتر آئی۔ جسپال پہلے ہی نیچے اتر آیا تھا۔ نوتن کور اپنے ساتھیوں سمیت ان سے تھوڑے فاصلے پر تھی۔ نوتن اور بانیتا کے درمیان مسلسل رابطہ تھا۔ وہ دونوں ٹہلتے ہوئے ایک اسٹور میں داخل ہو گئے۔ وہاں سے انہوں نے جوس لیے اور بڑے آرام سے پیتے ہوئے باہر آ گئے۔ اس دورانیے میں انہیں آدھے گھنٹے سے زیادہ کا وقت لگ گیا۔ انہیں زوردار سنگھ کے فون کا شدت سے انتظار تھا۔ تبھی ان کا فون آ گیا۔

''اس وقت تم لوگ کہاں ہو؟''

''ہمیں زیادہ تو نہیں معلوم، پر اسٹور کا نام بتا دیتے ہیں۔'' یہ کہہ کر اس نے بتا دیا

''اوہ، تم تو اس وقت بھیم نگر کے سولہ نمبر روڈ پر ہو۔ یہ مارکیٹ اسی روڈ پر ہے۔ یہ چارکوپ گاؤں کے آس پاس ہے۔ خیر، میں ایک نمبر دے رہا ہوں، اس کے ساتھ رابطے میں ہو جاؤ۔ ابھی کچھ دیر بعد تم لوگوں سے کچھ بندے ملیں گے۔ ان پر آنکھیں بند کر کے یقین کرنا، یقین نہ آنے کی کوئی وجہ نہیں ہوگی۔ بہت ساری باتیں تمہاری منتظر ہیں۔ میں بعد میں رابطہ کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر زوردار سنگھ نے پھر فون بند کر دیا۔ جیسے ہی اس نے جسپال کو بتایا تو اس نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

''یہ تیرا انکل زوردار سنگھ جی، کہیں زیادہ اسمارٹ تو نہیں ہو گیا۔ اتنا سسپنس پھیلایا ہوا ہے۔'' اس نے آخری سپ لیا اور خالی ڈبا ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔ اس سے پہلے بانیتا اس کی بات کا جواب دیتی اس کا فون بج اٹھا۔

اس کی ہیلو کے جواب میں کسی نے کہا۔

''ہم لوگ دس منٹ تک پہنچ پائیں گے، اپنا خیال رکھنا۔'' اس کے ساتھ ہی فون بند ہو گیا۔

انہیں دس منٹ گزارنے بہت بھاری ہو رہے تھے۔ اس دوران بانیتا فون ہی کرتی رہی کبھی نوتن کور اور کبھی زوردار سنگھ کو۔ تبھی ایک شاندار فورڈ ہیل مارکیٹ کی اسی پارکنگ میں آرکی۔ وہ دونوں ایک طرف کھڑے تھے۔ انہوں نے دیکھا، کچھ گاڑیاں آگے پیچھے سڑک پر ہی رُک گئی تھیں۔ ایسے میں بانیتا کا فون بجا۔ اس نے کال رسیو کی تو کسی نے بھاری آواز میں کہا۔

''ہم اسٹور کی پارکنگ میں ہیں، تم لوگ کہاں ہو۔''

''تم فورڈ ہیل میں ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''اوہ، تو یہ تم دونوں ہو۔ آجاؤ۔'' فورڈ ہیل کا سیاہ شیشہ نیچے ہوا تو ایک بھاری بدن والے بندے کا کلین شیو چہرہ دکھائی دیا جوان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ تبھی دروازہ کھلا تو وہ حیران رہ گئے۔ سامنے آنکھیں بند کیے سندو پڑا تھا۔

''کیا یہ......؟'' بانیتا سے کہا نہیں گیا۔

''نہیں، صرف بے ہوش ہے۔ تم لوگ بیٹھو، چلیں۔'' اس بھاری بدن والے نے کہا تو وہ فورڈ ہیل میں بیٹھے ہی تھے کہ وہ چل پڑے۔ جسپال نے وین میں پڑے بندے کا سیل فون نکال کر پھینکتے ہوئے پوچھا۔

''یہ سب کیسے؟''

''کہیں سکون ملتا ہے تو پوری تفصیل سے بتاؤں گا۔'' اس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟''

''ممبئی میں ہی ہیں، جہاں ہم جا رہے ہیں، وہ کافی محفوظ جگہ ہے۔'' اس نے کہا۔

''میری ایک دوست میرا انتظار کر......''

''نوتن کور نا، اسے بھی بلا لیا ہے۔ ابھی کچھ دیر میں وہ لڑکا، جو تھائی لینڈ سے آیا ہے، کیا نام ہے ہاں اروند سنگھ، وہ بھی پہنچ جائے گا۔ اب تم محفوظ ہو۔'' اس نے کہا تو جسپال نے بانیتا کی طرف دیکھا۔ انہوں نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہ سڑک سے اتر کر آنند پارک کے علاقے میں داخل ہو گئے۔ پھر دریائے دھائی سر کے کنارے بنے ایک خوب صورت دو منزلہ فارم ہاؤس میں جا پہنچے۔ اگرچہ رات کے وقت اتنا دکھائی تو نہیں دے رہا تھا، لیکن پھر بھی یہ احساس تھا کہ سرسبز پہاڑیوں کے درمیان، پودوں اور بیلوں سے لدا ہوا وہ فارم ہاؤس کافی بڑا تھا۔ ممکن ہے وہ بہت حسین دکھائی دینے والا ہو، مگر رات کے اندھیرے اور گاڑیوں کی روشنی میں فقط اندازہ ہی کیا جا سکتا تھا۔ پورچ میں فورڈ ہیل رکی تو سبھی نیچے اتر آئے۔ اندر سے چند ملازمین باہر آئے، انہوں نے بے ہوش سندو کو اٹھایا اور اندر لے گئے۔

''ابھی ڈاکٹر آ جاتا ہے، یہ ہوش میں آ جائے گا۔ تم سب لوگ فریش ہو جاؤ۔ ابھی ڈنر پر ملتے ہیں۔'' بھاری بدن والے نے کہا اور اندر کی جانب چلا گیا۔ جسپال کو اگرچہ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ پھر بھی اس نے ملازم کے کہنے پر اس کمرے کی طرف قدم بڑھا دیئے، جدھر وہ لے جانا چاہتا تھا۔

ڈنر پران دونوں کے علاوہ وہی بھاری بدن والا موجود تھا۔ اس نے میز کے ساتھ کرسی پر بیٹھ کر نیپکن درست کرتے ہوئے کہا۔

''سندو کو ہوش آ گیا ہے۔ ڈنر کے بعد ہم اسے دیکھ پائیں گے۔ فکر کرنے کی ضرورت نہیں، وہ ٹھیک ہے۔'' یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کے لیے خاموش ہوا، پھر جیسے اسے یاد آ گیا، ''اور ہاں نام تو میرا تیجا سنگھ ہے، لیکن لوگ مجھے ٹی ایس کے نام سے جانتے ہیں۔ تم لوگ بھی کہہ سکتے ہو، لو شروع کرو۔'' آخری لفظ کہتے ہوئے اس نے کھانے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے کھانے لگے۔ کچھ دیر بعد وہ بانیتا کی طرف دیکھ کر پھر بولنے لگا۔

''بانیتا! دراصل یہ کہانی اس وقت شروع ہوئی، جب وہ فلم تمہارے کسی ہمدرد نے لا کر تمہیں دی۔ دراصل وہ تمہارا ہمدرد نہیں، سب سے بڑا دشمن تھا۔''

''یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟''

''آگے سنو گی تو تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں، اور تم لوگوں کو کتنے بڑے طوفان سے بچا لایا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے دونوں کی جانب دیکھا

''کیسا طوفان؟'' بانیتا نے پوچھا۔

''اصل میں انہیں وہ شخص چاہئے، جو سندو کے ساتھ جزیرے سے فرار ہوا تھا، اس نے ڈیوڈ ربینز کو مارا، اور ان کے نرمین ہاؤس کو تباہ کر کے غائب ہو گیا۔ یہ ایک طرح سے ممبئی فورسسز اور را کے لیے تو چیلنج بن گیا تھا، موساد کے لیے بھی ایسا ہی ہے۔ نرمین ہاؤس سے تمہاری تصویر ملنے کے بعد انہوں نے اس کلیو کو ضائع نہیں ہونے دیا اور اسی کو استعمال کرنے کا سوچا، جیسے کے جسپال کے بارے میں بھی پتہ چلا۔ یہ کارڈ انہوں نے اس لیے کھیلا کہ گھبراہٹ میں یا ایک دوسرے کو بچانے کے لیے تم لوگ نکلو گے۔ وہی ہوا۔ تم لوگ نکلے اور بڑا کام یہ ہوا کہ تم لوگوں نے اوگی میں سی بی آئی والوں سمیت بندے مارے اور وہاں سے نکلے۔ ان لوگوں کو تمہارے جالندھر میں ہونے کے بارے میں یقین ہو گیا۔ وہ لوگ ادھر جالندھر میں ہی تم لوگوں کو گھیرنا چاہتے تھے کہ تم سب ایک بار پھر گم ہو گئے۔ یہ چوہے بلی کا کھیل وہ خود کھیلنا چاہتے تھے۔ تاکہ وہ اس کھیل کے سرے تک پہنچ سکیں۔''

''وہ سی بی آئی والے اسی مقصد کے لیے وہاں گئے تھے؟ مطلب مجھے پکڑنے؟'' جسپال نے پوچھا۔

''جی، اسی مقصد کے لیے، مگر سوال یہ ہے کہ انہوں نے پکڑا کیوں نہیں؟ یہی کہنا چاہتے ہو نا تم؟'' ٹی ایس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''بالکل،'' جسپال نے کہا۔

''تم لوگ تو سامنے تھے ہی، اصل میں وہ جمال کو تلاش کر رہے تھے جو پاکستانی تھا اور یہیں کہیں غائب ہو گیا تھا۔ وہ اس تک پہنچنا چاہتے تھے۔'' ٹی ایس نے بتایا

''تو پھر یہ سندو......'' جسپال نے کہنا چاہا تو وہ بولا۔

''بتا رہا ہوں نا، جالندھر میں تم لوگ غائب ہوئے تو یہ سندو انہیں امرتسر ائیرپورٹ پر دکھائی دے گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ لوگ بھی ممبئی اس کے ساتھ آ گئے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ جمال یہیں ممبئی میں ہے۔ دو دن کسی نے رابطہ نہ کیا تو انہوں نے خود ایکشن کیا اور سندو کو پکڑ لیا۔ تاکہ کوئی تو باہر آئے گا۔ وہی ہوا، تم لوگ باہر آ گئے۔''

''اب میرا سوال یہ ہے کہ تم کون ہو اور یہ سب کچھ تمہیں کیسے پتہ ہے؟'' جسپال نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''جس دن نرمین ہاؤس میں تباہی مچی ہم اسی دن سے اس جمال کو تلاش کر رہے تھے۔ کیونکہ اس کا اور ہمارا مقصد ایک ہی ہے۔ یہ کیوں اور کیسے ہے، یہ بعد میں بتاؤں گا۔'' یہ کہہ کر وہ لحہ بھر کے لیے رُکا، پھر کہنے لگا۔

''تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہم پوری قوت لگا کر یہ معاملہ دیکھ رہے تھے کہ زوردار سنگھ جی نے ہمیں بتایا کہ سندو کو نکالنا ہے۔ وہ ہم نکال لائے ہیں۔ زوردار جی کی شرط یہ تھی کہ ہم نے تم لوگوں کو بھرپور مدد دینی ہے اور زوردار سنگھ جی کا نام تک نہیں لینا، وہ اس سارے معاملے سے الگ ہیں۔ اب یہ دھیان میں رہے کہ ہم نے زوردار سنگھ جی کو درمیان میں نہیں لانا، انہیں بھول جانا ہے۔ سمجھیں وہ اس معاملے میں ہیں ہی نہیں۔ وہ ہمارے محسن ہیں اور ایک جھٹکے میں ہمارا بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن میرے سوال کا ابھی تم نے جواب نہیں دیا۔'' جسپال نے اسے یاد دلایا

''دِلّی میں بہت اوپر کی سطح پر تم لوگوں کا ذکر چل رہا ہے۔ جہاں فورسسز تم لوگوں کو پکڑنا چاہ رہی ہیں، وہاں سیاست دان بھی دو طرف ہیں۔ ایک جو یہودیوں کو بھارت میں داخلے کی اجازت دے رہے ہیں، اور دوسرا وہ جو شدید مخالف ہیں۔ بھارت سرکار یہودیوں کے حق میں ہے۔ کیونکہ یہودیوں نے سرمایہ ہی اتنا لا پھینکا ہے کہ یہ انکار کر ہی نہیں سکتے۔'' ٹی ایس نے تیزی سے کہا۔

''تم کہاں ہو؟'' جسپال نے پوچھا۔

''ظاہر ہے یہودیوں کے مخالف ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ پھر یوں چونکا جیسے اسے یاد آ گیا ہو'' اور ہاں، رام تیواری بھی اسی لائن میں تھا، جنہوں نے تم لوگوں کے ذریعے جمال کو پکڑنا تھا۔ لیکن مجھے یہ شک ہے کہ وہ تم لوگوں کو بھی ڈبل کراس کریں گے، کیونکہ وہ سیاست دانوں کے اسی گروپ سے ہے جو یہودیوں کے مخالف ہیں۔''

''یہ شک تمہیں کیسے ہوا؟'' بانیتا نے تیزی سے پوچھا۔

''کیا انہوں نے کسی پولیس آفیسر کو مارنے کی بات کی تھی، اس بارے کوئی بات ہوئی اس کے کسی کارندے سے؟'' اس نے جواب دینے کی بجائے سوال کر دیا

''یہ تو ہوا۔'' یہ کہہ کر جسپال نے اس رات والی ساری روداد سنا دی تو اس نے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے جوش سے کہا۔

''تو بس، بات صاف ہو گئی۔ وہ پہلے ہی دو پولیس آفیسر اسی طرح پار کروا چکا ہے۔ ہر وہ آفیسر، جو اس کی فائل لیتا ہے۔ اس کے دن گنے جاتے ہیں۔ اس بار اس کی کرپشن کی فائل جگجیت بھربھرے کے پاس ہے۔''

''وہ کیسا آفیسر ہے؟'' بانیتا نے پوچھا۔

''وہ دیانت دار، بہادر اور وطن پرست ہے۔ کرپٹ نہیں ہے۔ اسی لیے فائل اسے دی گئی ہے۔'' ٹی ایس نے سوچتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ ہم بہت بڑی سازش سے بچ گئے۔'' بانیتا نے زیرِ لب کہا۔

''وہ تم سب کو اکٹھے پکڑنا چاہتے تھے اور یہودی نواز لابی پوری طرح سرگرم ہے۔ انہیں خاص طور پر جمال مطلوب ہے۔ ان کا خیال ہے کہ وہ انہیں پھر نقصان پہنچا سکتا ہے۔'' ٹی ایس نے وضاحت کی۔

''تم کیا چاہتے ہو؟'' جسپال نے پوچھا۔

''صاف بات ہے، یہودی لابی کی تباہی اور اپنا مفاد۔ خیر! ابھی یہاں رہو۔ حالات کو دیکھتے ہیں پھر کوئی پلان کرتے ہیں، یہ پھیلاؤ صرف بھارت ہی میں نہیں پاکستان تک پھیلا ہوا ہے۔'' ٹی ایس نے کہا اور کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

کھانے کے بعد وہ سندو کے پاس چلے گئے۔ اس پر کافی تشدد ہو چکا تھا۔ اس نے یہی بتایا کہ اس نے تشدد تو سہہ لیا مگر بات کوئی نہیں بتائی۔ انہوں نے اسے آرام کرنے دیا اور دونوں اپنے کمرے کی طرف چلے گئے۔ انہیں نوتن اور اروند سنگھ کی آمد کا انتظار تھا۔ وہ یہاں آنند پارک کے علاقے میں آنے کے لیے چل پڑے تھے۔



میں لاہور میں گھر کی چھت پر کھڑا مشرق کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اُفقی لکیر پر ابھی اندھیرا تھا۔ اُفق پر پھیلی ہوئی سرخی اندھیرے پر چھا رہی تھی۔ مجھے لگ رہا تھا جیسے میرے گھر سے دور اُفق تک گھر ہی گھر پھیلے ہوئے ہیں۔ ساری رات گذر گئی تھی۔ کچھ دیر پہلے گیت نے بتایا تھا کہ علی نواز، سلمان اور زویا نے اپنا کام مکمل کر لیا تھا۔ جنید اور اکبر لاہور کے لیے پرواز کر چکے تھے۔ میں پرسکون ہو کر چھت پر آ گیا تھا۔ ہلکی ہلکی چلتی ہوئی ہوا میں خوشگواریت تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ میری سوچوں میں اضطراب تھا۔ مجھے لگا کوئی مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔ میں نے غور کیا تو کوئی کہہ رہا تھا

''خود سے مقام خودی تک رسائی دینے والی قوت صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے عشق۔ جب حضرتِ عشق طلوع ہوتا ہے تو وہ انسان کے سر سے پیر تک اپنی سلطانی قائم کر لیتا ہے۔ عشق میں بے ساختگی ہے۔ عشق کی کوئی وجہ نہیں ہوتی اور نہ اسے بنایا جا سکتا ہے۔ یہ خود قدم اٹھاتا ہے۔ اس چیز کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا کہ حالات کیا ہیں۔ کوئی اس کے ساتھ چلتا ہے یا نہیں۔ عاشق کا کام تو اپنی ذات کے ساتھ آگے بڑھنا ہے۔ ایک سفر پر جانا ہے۔ کتنے ابو جہل ہیں یا کتنے ابولہب، راستے کی دشواریاں کیا ہیں اور مصیبتیں کس حد ہیں۔ یہ اس کی نگاہ میں نہیں ہوتیں اور نہ ہی اس کے عشق کے والہانہ پن میں کمی کا باعث بن سکتی ہیں۔ حالات عشق پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ عشق کی تکمیل کسی وجہ کی محتاج نہیں ہے۔''

''مجھے اپنی ذات میں عشق کی تکمیل کیسے کرنا ہوگی؟''

''عشق کی تکمیل نہیں ہوتی، یہ تو نہ اپنی حد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی کنارا ہے، بلکہ ذات کو اپنی طرح لامحدود ہونے کے ظہور کی وجہ بنتا ہے۔ اصل میں عشق کرتا کیا ہے؟ زندگی کو بنانے کے لیے عدم کو جلاتا ہے، زندگی کو جلانے سے وجود کو بناتا ہے اور اس سے ایک نئی زندگی کا ظہور ہوتا ہے جو عشق کے اپنے مطابق ہوتی ہے، بلکہ عین عشق ہوتی ہے۔ کیونکہ عشق اپنی نئی تخلیق کرتا ہے جو کہ سربکف، جانباز اور مجاہد بناتا ہے۔

ہر نئی تعمیر کو لازم ہے تخریب تمام

ہے اسی میں مشکلاتِ زندگانی کی کشود

عشق کا مظہر خود انسان ہے، اس میں سے عشق کا ظہور ہوتا ہے انسان میں سے ہی عشق کو دیکھا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عشق میں بے ساختگی ہے لیکن زندگی کی پہلی ساخت کو توڑ کر اپنی ساخت پر لے آتا ہے۔ یہی خودی کی طرف پہلا قدم ہے۔ کیونکہ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ انسان کے سامنے مردِ مومن عیاں ہوتا ہے۔“

”اس کا ظہور کیسے ہے؟“

”انسانی ذات ہی میں تو ہوتا ہے۔ یہ عشق اس کے اندر ہی تو پڑا ہوا ہے۔ یہ انسان کا ارادہ ہی تو ہے کہ وہ مسلکِ عشق اختیار کرے، گویا کہا جاسکتا ہے کہ انسان ہی عشق کو اپناتا ہے۔ تب ذات کا ظہور، باطل کے مقابلے میں حق کو نمایاں کرنے سے ہوتا ہے۔ یہ ظہور ظاہری اور باطنی ہے۔ باطل جس، غرور و تکبر اور قوت سے سامنے آتا ہے، حق بھی اسی سرکشی و بے باکی، تندی و شوخی اور قوت کے ساتھ آئے گا۔ حق کے ہاتھ میں آجانے والے وسائل اور قوت نعمت بن جاتے ہیں، جبکہ باطل نری موت ہے۔“

”باطل کیا ہے؟“

”ہر وہ شے جو انسان کو اس کی انسانیت سے غافل کر دے، وہ باطل ہے۔ شیطان کا پہلا کام ہی یہی ہے کہ وہ انسان کو غافل بناتا ہے، اور انسان کا اصلی چہرہ اس کے سامنے واضح نہیں ہونے دیتا۔ انسان تو اللہ کا خلیفہ ہے۔ اور انسان جب اپنے آپ کو پہچانتا ہے تو اسے اپنی قوت کا احساس ہوتا ہے۔ یہ عشق ہی ہے جو اسے مقام خودی تک پہنچاتا ہے، جہاں خودی ہر شے کو مغلوب کر دیتی ہے۔ انسان اپنے وجود میں پڑے ہوئے عدم کو نکال باہر پھینکتا ہے۔ انسان کا سیدھا ہونا ہی حق ہے۔ حق کا بڑھنا یا باطل کا مٹنا، ایک ہی بات ہے۔ انسان اپنے آپ کو پہچانے۔ باطل نے سارے مسائل پیدا ہی اسی لیے کیے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو پہچان نہ پائے۔ باطل ہے ہی اس لیے کہ تم اس پر غلبہ پاؤ۔ خوفِ باطل کیا ہے کہ غارت گرِ باطل بھی تُو۔“

”اسے قوت کہاں سے ملتی ہے؟“

”اس کے اپنے اندر سے اور عشق اسے ہر طرح کی قوت دیتا ہے۔ یہ انسان پر ہے، جہاں وہ اپنی ذات کی نفی کرے گا، وہاں وہ کمزور ہوگا اور جہاں وہ اپنی ذات کا اثبات کرے گا، وہیں قوت ہوگی۔ ہر وہ شے جو ذہنی غلامی پیدا کر کے حوصلہ پست کرے، وہی اصل میں باطل اور شیطانیت کا معیار ہے۔ شیطان نظریاتی کمزوری کی تاک میں ہوتا ہے۔ اور یہیں سے انسان کے اندر بُت بنتے چلے جاتے ہیں۔ ایمان کی کمزوری، تفرقہ بازی، تعصب، منافقت، عیش کوشی جاگیرداری اور سرمایہ داری کی تمام تر خباثتیں یہیں سے پیدا ہوتی ہیں۔ درویش میں ہو تو وہ عیار ہے اور بادشاہ میں ہو تو وہ بھی عیار ہوتا ہے۔ یہی وہ پہچان ہے جہاں بندہ مومن حق و باطل کی لکیر کھینچ کر عشق کی طاقت کے ساتھ آوازِ حق بلند کرتا ہے۔“

”میں خود سے خودی تک کے سفر پر جانا چاہتا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم میرے اندر عشق کی گہرائی کیا ہے میں کیا ہوں، میری قوت کیا ہے۔“

”عشق اپنے راستے اور وسائل خود بناتا ہے۔ اصل میں جب تک دل زندہ نہیں ہوتا، اس وقت تک خود زندہ نہیں ہوتا، سفر پر جانا چاہتے ہو تو یہ تمہارے زندہ ہونے کی علامت ہے۔ یہی بقا کا راستہ ہے۔ فنا خود اختراعی ہے، نابصیری ہے اور خود پیدا کردہ ہے۔ تخریب کو ختم کرنا ہی دراصل تعمیر ہے۔ شیطان کو پکڑ، اس پر غلبہ لے، انسان کا چہرہ خود بخود نکھر جائے گا۔ شیطان کے قبضے میں گئے وسائل کو چھین کر انسانیت کو لوٹانا ہے۔ اصل پیغام

بنی نوع انسان کے لیے ہے کہ اپنے آپ کو پہچانو، دنیا کا ہر انسان اپنے مثبت پہلو کی طرف دیکھے۔ یہی تیرا سفر ہے۔''

''میں تو سفر شروع کر چکا ہوں۔''

''تو پھر اپنے خواب کی تعبیر دیکھنے کی حسرت نہ کرو بلکہ اپنے خواب کی تعبیر میں لگ جاؤ۔''

''خواب کی تعبیر......؟''

''خواب دیکھنا ہی خواب کی تعبیر کی طرف بڑھنا ہے، تعبیر کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اپنے خوابوں سے پیار کرو، انہیں محبت دو، انہیں اہمیت دو۔'' شاید میرے اندر مزید باتیں چلتیں، تاہم میری توجہ اس بجتے ہوئے فون کی طرف ہو گئی، جس کا کہیں بھی ریکارڈ نہیں ہوتا۔ بلاشبہ یہ بھارت سے کال تھی۔ میں نے وہ ریسیو کی تو دوسری طرف جسپال تھا۔ اس نے رات ہونے والے واقعات کے بارے میں بتایا تو میں نے کہا۔

''رَبّ کا شکر کرو کہ تم لوگ ایک بہت بڑی سازش سے بچ گئے، لیکن اب بھی بہت احتیاط سے، کب، کون اور کہاں بدل جائے، اس بارے کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔''

''ہاں یہ تو ہے۔ لیکن مجھے بانیتا کی کوئی سمجھ نہیں آ رہی کہ وہ کیا چاہتی ہے؟'' اس نے الجھتے ہوئے کہا۔

''دیکھو، اس کے لیے اب سب سے بڑا مسئلہ اپنی بقا ہے۔ ایک طرح سے تم لوگ سامنے آ چکے ہو اور پھر خاص طور پر جب معاملہ یہودیوں کا ہو۔ تمہیں پتہ ہے کہ بھارت کا وہ طبقہ جو سارے وسائل پر قابض ہے وہ اُس گدھے کو بھی باپ مانتے ہیں جس کے پاس سرمایہ ہو اور یہ بے دریغ سرمایہ بھارت میں پھینک رہے ہیں۔''

''ارے ہاں، ٹی ایس نے مجھے یہ بتایا کہ پاکستان میں براہ راست تو نہیں مگر چند سیاست دانوں کے ذریعے یہودیوں کے ایجنڈے کے لیے راہ ہموار کی جا رہی ہے اور اس پر باقاعدہ کام ہو رہا ہے۔''

''کون ہیں وہ؟'' میں نے چونکتے ہوئے کہا کیونکہ اسی لمحے میرے بدن میں سنسنی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔

''بظاہر تو کوئی بندہ بھی سامنے نہیں ہوگا، لیکن اس نے صرف اتنا اشارہ دیا ہے کہ این جی اوز ہیں، جو کام کر رہی ہیں۔ یہ اس وقت پاکستان میں اپنی جگہ بنا پائی ہیں، جب زلزلہ آیا تھا۔'' اس نے بتایا

''اس سے کہو کہ وہ مزید بتائے، اندر تک سراغ لگائے۔'' میں نے پر جوش لہجے میں کہا۔

''میری پوری کوشش ہو گی کہ میں ان کا سراغ لگا لوں۔ لیکن اب ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ سکون سے بیٹھ جائیں یا کچھ.....'' اس نے کہنا چاہا تو میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''سکون سے کیوں بیٹھو۔ انہیں اس حد تک مجبور کر دو کہ وہ صرف تمہاری بات مانیں۔ مجھے فقط وقت دو، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم نے کیا کرنا ہے۔ تم میری اس نوجوان اروند سنگھ سے بات کروانا، پھر کوئی کام کی بات سوچتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں ابھی کچھ دیر میں کراتا ہوں۔'' اس نے کہا۔

''ہو سکے تو آن لائن ہی بات ہو، تاکہ باقی بھی سن لیں گے اور ان سے بھی تعارف ہو جائے۔'' میں نے کہا اور پھر ہمارے درمیان رابطہ منقطع ہو گیا۔

سورج روشن ہو چکا تھا۔ میں چھت سے نیچے آیا تو جنید اور اکبر کنٹرول روم میں مہوش اور فہیم کے ساتھ بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ ملنے ملانے کے بعد باتیں ہونے لگیں۔ دوسری طرف سلمان، زویا اور گیت بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب باتیں سن رہے تھے۔ تب میں نے جسپال سے ہونے والی باتیں بتا کر اسی تناظر میں کہا۔

''ہماری پہلی ترجیح ایسے لوگوں کو تلاش کرنا ہے۔''

''ہم ابھی سے کام شروع کر دیتے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ دنیا بھر میں سے جو زیادہ انسانی حقوق کی پامالی کر رہے ہیں، انہوں نے ہی انسانی حقوق کی تنظیمیں بنائی ہوئی ہیں۔ اسی کی آڑ میں، بہت کچھ ہو رہا ہے۔'' گیت نے اپنی رائے دی تو فہیم تیزی سے بولا۔

''بالکل، میں سو فیصد اتفاق کرتا ہوں۔ جس طرح کسی بھی ملک کی خبر رساں ایجنسی کہنے کو تو غیر جانبدار ہوتی ہے لیکن اس میں اپنے ملک و قوم کی جانبداری پوری طرح موجود ہوتی ہے۔ مثلاً بی بی سی، کیا ان کے ملک میں کوئی جرم نہیں ہوتا، کوئی کرپشن نہیں، کوئی قتل نہیں لیکن دنیا بھر سے وہ اپنی پالیسی جو کہ مسلمان مخالف پالیسی ہے، اس پر عمل کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ انسانی حقوق کی تنظیمیں بھی انتہائی جانبدار ہیں۔ انہیں وہی کچھ دکھائی دیتا ہے، جنہیں وہ دیکھنا چاہتی ہیں۔ امریکہ کا نائن الیون ہوا، تو دنیا بھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ لیکن مسلمانوں پر ہونے والا ظلم کہیں دکھائی نہیں دیتا۔''

''تو بس پہلے انہیں دیکھو اور میرے خیال میں آج شام تک اس کا نتیجہ سامنے آ جانا چاہئے۔'' میں نے کہا تو سبھی اس پر مختلف باتیں کر کے اپنی اپنی رائے دینے لگے۔ اسی دوران جسپال آن لائن ہو گیا۔ اس کے ساتھ اروند سنگھ تھا۔ وہ پتلا سا نوجوان تھا، بہت گہری آنکھیں، گلابی ہونٹ، چوڑی پیشانی سفید رنگ اور سیاہ پگڑی باندھے، ہونٹوں پر مسکان سجائے صاف انگریزی میں بولا۔

''سب کو میری طرف سے ست سری اکال، آداب اور میری طرف سے سلامتی کی بہت زیادہ دعائیں۔''

''اروند سنگھ، تمہیں دیکھ کر اچھا لگا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ان دوستوں سے بات کرو۔ ہمارے درمیان جو رابطہ ہے، وہ زیادہ سے زیادہ بہتر ہو۔'' میں نے کہا۔

''میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے یہاں آتے ہی رونیت کور کی صورت میں ایک بہترین کام کرنے والی ساتھی مل گئی ہے۔ یہ اس کی قابلیت ہے کہ اس نے جو بھی سیکھا، اپنی مدد آپ کے تحت۔ ہم دونوں مل کر آپ دوستوں سے رابطے کی پوری کوشش کریں گے۔'' اس نے جوش بھرے لہجے میں کہا اور سب میں باتیں شروع ہو گئیں۔ وہ ساری ٹیکنیکل باتیں تھیں۔ اس کے نتیجے میں دونوں میں بہت ساری معلومات کا اضافہ ہو گیا۔ اس نے سلمان کو مزید معلومات دیں۔ کچھ چیزیں لینے اور کچھ دینے کو کہا۔ اس سے مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ میں اب ممبئی میں بہت حد تک رسائی کر جاؤں گا۔ چاہے بھارت کمپیوٹر میں جتنا آگے ہے، بلیک مارکیٹ اس سے بھی تیز ہے۔ یہ تو کسی شے کو استعمال کرنے والے پر منحصر ہے کہ وہ کتنا بڑا فنکار ہے۔ ایک چھوٹے سے چاقو سے پھل کاٹا جاتا ہے اور کسی کو قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔



آنند پارک کے علاقے میں دریائے دھائی سر کے کنارے بنے ہوئے فارم ہاؤس کے عقبی گیٹ سے نکل کر جسپال اور بانیتا پیدل چلتے ہوئے دریا کنارے تک چلے گئے تھے۔ وہ وہیں کنارے پر اُگے سبزے پر بیٹھ گئے۔ ان کے درمیان کافی بحث ہو چکی تھی اور اس وقت ان میں خاموشی تھی۔ شاید وہ اپنی اپنی جگہ سوچ رہے تھے۔ سورج غروب ہونے میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا تھا۔ تبھی بانیتا نے دریا کی لہروں کو دیکھتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

''کیا کہتے ہو؟''

''وہی جو تم نے سوچا۔'' جسپال نے دھیمے سے جواب دیتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا ہوا کنکر دریا میں پھینک دیا۔

''تو پھر اٹھو، اس سالے گوپال نند تک پہنچنے میں تھوڑا وقت تو لگے گا۔'' بانیتا کور نے ایک دم جوش سے اٹھتے ہوئے کہا تو جسپال سنگھ نے جیب سے فون نکالا، اس پر نمبر پش کیے اور اٹھ کر چل دیا۔ وہ دونوں چلتے جا رہے تھے۔ جسپال کا ملایا ہوا نمبر مل گیا تو اس نے کہا۔

ٹی ایس ہمیں جانا ہے گوپال نند سے ملنے کے لیے۔''

''یہ تمہارا فیصلہ ہے۔'' ٹی ایس نے پوچھا۔

''آج نہیں تو کل ان سے سامنا تو ہونا ہی ہے۔ کیوں نہ آج ہی سہی۔'' جسپال نے کہا۔

''اوکے ہو گیا۔'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ سامنے ہی فارم ہاؤس کا عقبی گیٹ تھا۔ وہ اس تک پہنچے ہی نہیں تھے کہ گیٹ کھلا اور ایک سیاہ فور وہیل باہر آ گئی۔ اس میں ٹی ایس بیٹھا ہوا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک اور نوجوان تھا۔ وہ گیٹ کھول کر بیٹھے اور چل دیئے۔ ان کا رخ براولی کے علاقے کی طرف تھا۔ راستے میں مختلف جگہوں سے کئی لوگ ہمارے ساتھ چلنے لگے۔ وہ سب اپنی اپنی گاڑیوں میں تھے۔ جسپال اور بانیتا کو بھی ایک کار مل گئی۔ وہ اسی کارواں کے ساتھ رہے لیکن ان سے الگ آگے بڑھتے گئے۔

وہ ایک مصروف بازار تھا، جس کے ایک ریستوران میں وہ دونوں جا بیٹھے تھے۔ ٹی ایس اور اس کے ساتھی ارد گرد پھیل گئے تھے۔ وہ انہیں دکھائی تک نہیں دے رہے تھے۔ انہوں نے گوپال نند کو وہیں بلایا تھا۔ اس نے وہیں آنے کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔ وہ اس کے انتظار میں تھے۔ تبھی داخلی دروازے سے گوپال نند آتا ہوا دکھائی دیا تو جسپال نے مخصوص اشارہ دے دیا۔ وہ آ کر ان کے پاس بیٹھ گیا اور اپنی مخصوص دھیمی مسکراہٹ سے بولا۔

''اتنی ایمرجنسی کیا آن پڑی کہ یوں بلوا لیا۔''

''دیکھو گوپال! ہمارے پاس وقت نہیں ہے، فضول قسم کی بھاگ دوڑ کے لیے۔ جتنا ہو گیا سو ہو گیا۔ اب بولو اس پولیس آفیسر کا کام تمام کرنا ہے یا نہیں، جس کا ایڈوانس تم لوگ ہمیں دے چکے ہو؟'' جسپال نے پوچھا۔

''کیسی باتیں کر رہے ہو۔ ارے کام تو کرنا ہے، تبھی ایڈوانس دیا لیکن تم اتنی جلدی کاہے کو کر رہے ہو؟ ارے وہ پولیس آفیسر ہے۔ کوئی ٹپوری نہیں جو تم یوں بات کر رہے ہو۔'' گوپال نے کافی حد تک الجھتے ہوئے پوچھا۔

''تمہاری کل والی فضول سی گیم نے ہمارا بہت سا وقت ضائع کر دیا۔ اگر کام ہے تو ٹھیک، ورنہ ہمیں آج ہی ملائشیا کے لیے نکلنا ہے، اپنا

ایڈوانس واپس لو۔" بانیتا کور نے کہا تو اس پر گوپال نند نے اسے غور سے دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے بولا۔

"اب یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔تم لوگ بھارت سے کہیں بھی نہیں جا سکتے۔کسی بھی ائر پورٹ پر تم لوگ دھر لیے جاؤ گے۔میرا تو خیال ہے ممبئی سے بھی.....'' اس نے کہنا چاہا مگر جسپال نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا

"یہ ہمارا مسئلہ ہے،تم اپنی کہو،کام ہے یا نہیں؟"

"ہے۔" اس نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

"تو پھر ڈن تم نے کرنا ہے یا تیواری نے؟" بانیتا نے روکھے لہجے میں پوچھا۔

"میں ان سے بات کر لوں۔" وہ جھجکتے ہوئے بولا۔

"اس کا مطلب، تم کچھ نہیں کر سکتے۔اٹھو اور بھاگ جاؤ۔دوبارہ ہم سے رابطہ نہیں کرنا اور اگر ہماری ضرورت محسوس ہو تو تیواری سے کہنا کہ رابطہ کرے، چلو بھاگو۔" بانیتا کور نے اس قدر درشتی سے کہا کہ گوپال نند کا منہ چند لمحے کھلا رہ گیا، پھر اسے ہوش آیا تو اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ بانیتا بولی۔

"ایک لفظ بھی کہا نا تو یہیں تیرا حلیہ بگاڑ دوں گی سالے، چل بھاگ۔"

اس نے دونوں کی طرف دیکھا، دھیرے سے اٹھا اور تیزی سے باہر کی جانب نکلتا چلا گیا۔اس کے کچھ دیر بعد وہ بھی بل دے کر باہر کی جانب نکل پڑے۔وہ باہر کھڑی کار کے پاس آئے۔انہیں کچھ فاصلے پر ٹی ایس دکھائی دیا۔وہ کار میں بیٹھ گئے تو ٹی ایس کا فون آ گیا۔

"سالا پوری فوج کے ساتھ آیا تھا،کم از کم بارہ لوگ تھے اس کے ساتھ۔" اس نے بتایا

"ان میں سے اب بھی کوئی ہے؟" جسپال نے پوچھا۔

"تیری بائیں طرف سیاہ ہنڈا اکارڈ میں چار لوگ اب بھی ہیں،لگتا ہے تعاقب کریں گے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"چل پھر ان کا تو کام کریں۔" جسپال نے کہا اور کار بڑھا دی۔وہ ہنڈا بھی حرکت میں آ گئی اور ان کے پیچھے چلنے لگی۔جسپال کے آگے ٹی ایس کی فور وہیل تھی۔وہ مہادیو بھائی ڈیسائی روڈ کی طرف بڑھے اور پھر مین روڈ پر آ گئے۔کافی آگے جا کر کلوپادی روڈ سے بھی آگے نکل کر نیشنل پارک کے پاس دائیں جانب کھلے میدان میں اُتر گئے۔وہ کار مسلسل ان کے پیچھے تھی۔جیسے ہی جسپال نے میدان میں کار روکی تو وہ ہنڈا بھی رُک گئی۔اس کے ساتھ ہی دوسری کاروں نے بھی انہیں گھیرے میں لے لیا۔ہیڈ لائیٹس کی تیز روشنی میں وہ کار صاف دکھائی دے رہی تھی۔جسپال نے اپنا پسٹل نکالا اور کار سے باہر نکل کر یکے بعد دیگرے اس کے سامنے والے دونوں ٹائر برسٹ کر دیئے۔اسی کے چند لمحے بعد کسی نے دوسری طرف سے فائر کیے تو کار کے پچھلے ٹائر بھی پھٹ گئے۔جسپال نے اندر بیٹھے لوگوں کا چند لمحے انتظار کیا۔ان میں سے کوئی باہر نہیں نکلا تو وہ سامنے آ گیا۔اس نے اشارے سے انہیں باہر نکلنے کو کہا۔وہ نہیں نکلے تو جسپال نے جیب میں سے دستی بم نکالا۔اسی لمحے باقی کاریں پیچھے کی طرف بڑھ گئیں۔اس نے بم کی پن نکال کر اس کار کی طرف پھینک دیا۔اسی لمحے کار کے چاروں دروازے کھلے اور وہ تیزی سے باہر نکل کر پوری قوت سے بھاگے۔مگر تب تک

جسپال اپنی کار میں بیٹھ چکا تھا۔ بانیتا نے کار کو گیئر لگا لیا تھا۔ انہیں عقب میں دھما کا سنائی دیا۔ انہوں نے پلٹ کر نہیں دیکھا کہ ان کا حشر کیا ہوا۔ وہ سب اسی طرح واپس مین روڈ کی طرف چل پڑے۔ تبھی جسپال کے سیل پر گوپال کا فون آ گیا

''تیری تیواری کے ساتھ ملاقات فکس کر دی ہے۔ آج رات ہی کو.....''

''بہت دیر کر دی بھڑوے تم نے۔ ہم پر نگاہ رکھنے والے تیرے بھیجے ہوئے اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔'' جسپال نے کہا۔

''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے تو کسی کو نہیں بھیجا۔'' اس نے حیرت سے کہا۔

''پھر وہ کسی دوسرے کے لوگ ہوں گے۔ چل کس وقت کرا رہا ہے تیواری سے ملاقات۔'' اس نے پوچھا۔

''بس دو چار گھنٹوں میں، تو فوراً آ جا۔'' اس کا لہجہ بالکل بدل گیا تھا۔ اس سے بات نہیں ہو پا رہی تھی۔

''گوپال، اب جگہ میری ہوگی، آنا ہے تو ٹھیک ورنہ تو اپنا آپ سنبھال، میں دیکھتا ہوں تیرے تیواری کو۔'' یہ کہہ اس نے فون بند کر دیا۔

دس منٹ نہیں گذرے ہوں گے، اس کا سیل بج اٹھا۔ جسپال نے فون رسیو کیا تو دوسری طرف کسی نے بڑی ملائمیت سے کہا۔

''ارے، جسپال۔ ہم ہیں رام تیواری لعل، بھئی کدھر ہو تم، آؤ، بیٹھ کے کام کی بات کرتے ہیں۔''

''بات تو ہو گئی ہے، ہاں اگر مزید بات ہی کرنی ہے تو جہاں ہم چاہیں گے وہاں آنا ہوگا۔'' جسپال نے کہا۔

''دیکھو ہم چاہیں تو ابھی تمہیں کان سے پکڑ کر اپنے سامنے لے آئیں۔ مگر ہم ایسا کریں گے کیوں۔ تم خود آؤ گے یا ہم لائیں تمہیں۔'' اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''تو پھر اسی بات پر لگ گئی تیواری، اگر آج رات یا اگلے چوبیس گھنٹوں میں تم مجھے اپنے سامنے لے آؤ تو جو تم کہو گے میں کروں گا۔ اگر نہ لا سکے تو جہاں میں کہوں وہیں آ جانا۔'' جسپال نے اس سے بھی زیادہ طنزیہ لہجے میں کہا۔

''دیکھو۔ ہمیں مجبور مت کرو کہ تمہارے بارے میں کچھ غلط سوچیں۔'' اس نے غصے میں کہا۔

''سوچ کے دیکھ لو۔'' اب کہ جسپال کا انداز چڑانے والا تھا۔ اس نے مزید بات نہیں کی اور فون بند کر دیا۔ اس پر جسپال مسکرا دیا۔

بانیتا کور، جسپال اور ٹی ایس تینوں فور وہیل میں تھے۔ باقی سب ان کے تعاقب میں بڑھے چلے آ رہے تھے۔ نوجوان جیپ تیزی سے بھگائے چلا جا رہا تھا۔ ٹی ایس نے ساری بات سن کر کسی کو فون کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ آ رہے ہیں۔ ایک خاص مقام پر آ کر وہ سب رک گئے۔ صرف فور وہیل آگے بڑھتی گئی۔

وہ پر سکون، سرسبز و شاداب اور صاف ستھری سرکاری کالونی تھی۔ الیکٹرک پول کی روشنی سے ماحول خاصا خواب ناک سا ہو رہا تھا۔ وہاں اتنے بڑے گھر نہیں تھے لیکن سبھی روشن تھے۔ فور وہیل دھیمی رفتار سے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ چند لمحے بعد وہ ایک پارک کی باؤنڈری کے پاس آ گئے تو ٹی ایس نے رُکنے کو کہا۔ نوجوان نے فور وہیل روک دی۔

''ٹی ایس، تمہیں یقین ہے کہ تمہارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں ہوگا؟'' بانیتا کور نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''بانیتا! مجھ پر یقین رکھو۔'' اس نے بانیتا کا کاندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا اور گیٹ کھول کر نیچے اتر گیا۔ فرنٹ سے وہ بھی باہر نکل گئی تو جسپال بھی جیپ چھوڑ کر نیچے آگیا۔ وہ ذرا سا ہی پیدل چلے تھے کہ ایک سادہ لباس میں پولیس مین تیزی سے ان کی طرف بڑھا اور اس سے پہلے کہ وہ بات کرتا، ٹی ایس بولا۔

''صاحب کو بتاؤ، ٹی ایس آیا ہے۔''

''صاحب آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔'' اس نے کہا اور چل دیا۔ وہ اس کے پیچھے چلتے ہوئے پارک میں جا پہنچے۔ ایک مخصوص جگہ پر وہ کھڑے ہوگئے۔ جہاں ملگجا سا اندھیرا تھا۔ تبھی ایک طرف سے دراز قد جوان آگیا۔ اس نے ٹریک سوٹ پہنا ہوا تھا اور اس کا ایک ہاتھ جیب میں تھا۔ بال سنورے ہوئے، کلین شیو اور گورے رنگ کا تھا۔

''ویلکم۔'' اس نے بھاری آواز میں کہتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔

''یہ جسپال اور بانیتا ہیں۔'' ٹی ایس نے تعارف کرایا تو اس نے ہلکے سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تصویر میں دیکھا ہے انہیں۔ مجھے ونود رانا کہتے ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے ان تینوں سے ہاتھ ملایا۔

''ابھی ہم نے تیاری......'' ٹی ایس نے کہنا چاہا تو اس نے ہاتھ سے اشارے سے روکتے ہوئے کہا۔

''ابھی کچھ دیر پہلے وہ ہذیانی انداز میں یہ حکم دے چکا ہے کہ میں ہر حال میں ان دونوں کو تلاش کروں۔ اس نے مجھے صرف بارہ گھنٹے کا وقت دیا ہے۔ ابھی آٹھ بجے ہیں، صبح آٹھ بجے تک۔'' یہ کہہ کر وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''مطلب، تم نے اس کی دم میں آگ لگا دی ہے۔''

''یہ حکم اس نے ذاتی طور پر دیا ہوگا؟'' ٹی ایس نے پوچھا تو ونود رانا نے تلخی سے کہا۔

''ہاں، سالا سمجھتا ہے کہ ہم اس کے ذاتی ملازم ہیں۔''

''کیا وہ سمجھتا نہیں ہے کہ ہم اس سے کھیل رہے ہیں۔'' جسپال نے کہا۔

''ہمیشہ تیراک ہی ڈوبتا ہے اور طاقت کا نشہ بہت تیز ہوتا ہے، جس میں اکثر اوقات ساری حسیں ماؤف ہو جاتی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اس نے ایک نہیں اب تک تین پولیس آفیسروں کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے اور اب وہ اُس کے گرد جال بُن رہا ہے جس کے پاس اس کی فائل آگئی ہے۔'' وہ خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

''تو پھر آپ اسے کیوں نہیں پکڑتے؟'' بانیتا نے پوچھا تو وہ یوں بولا جیسے وہ بہت تکلیف محسوس کر رہا ہو۔

''ثبوت نہیں ہیں اور قانون ثبوت مانگتا ہے۔ یہ سیاست دانوں کے اس کلب سے تعلق رکھتا ہے جو سبھی کریمنل ہیں۔ خیر میری ٹی ایس سے تفصیلی بات ہوگئی ہے۔ اور شاید یہ میرے بارے میں نہیں جانتا کہ میں روائتی انداز میں مجرم کو نہیں پکڑتا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ تم لوگ میرے سامنے بیٹھے ہو۔''

''میں سمجھا نہیں۔'' جسپال نے کہا۔

''اتنا سمجھ لو کہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ میں نے جب ٹی ایس سے بات کی تھی، تب میں نے تم لوگوں کے بارے میں بہت اسٹڈی کیا۔ جتنا کچھ بھی مجھے مل سکا، اس کے مطابق میں آپ لوگوں سے کچھ لو اور کچھ دو کے اصول سے ڈیل کرنا چاہتا ہوں۔ اگر منظور ہے تو ٹھیک، ورنہ بھول جانا کہ ہم ایک دوسرے سے ملے تھے۔'' اس نے جسپال کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیسی ڈیل؟'' اس نے پوچھا۔

''اس مہم میں تم لوگ میری مدد کرو، تیواری کو مارنا بڑا کام نہیں، میں یہ کام بہت اچھے طریقے سے کر سکتا ہوں، مجھے وہ پورے ثبوت کے ساتھ چاہئے، اور...... اس کے عوض میں یہ ثابت کروں گا کہ تم دونوں محب وطن ہو اور وہ فلم ایک سازش کے تحت تیار کی گئی تھی جو''را'' کے پاس ہے۔'' اے سی پی نے مضبوط لہجے میں کہا۔

''ڈن۔'' جسپال نے ایک دم سے کہہ دیا، پھر لمحہ بھر بعد بولا۔

''مجھے کسی گارنٹی کی ضرورت نہیں۔ میں یہ کام کروں گا۔ لیکن ایک بات ذہن میں رہے کہ مجھے استعمال کرنے کا سوچا بھی نہ جائے۔''

''دیکھو، میں ہندو گھرانے میں پیدا ہوا، میرا نام ہندوؤں والا ہے۔ لیکن میں انسان اور انسانیت کا قائل ہوں۔ اگر کسی کے ساتھ ظلم ہوتا ہے تو اسے انصاف ملنا چاہئے۔ کیونکہ بے انصافی ہی بغاوت کو جنم دیتی ہے۔ ایسا ہندو، مسلمان، سکھ یا کسی کے ساتھ بھی ہو۔ خیر' آپ لوگ کیا پینا پسند کریں گے۔'' یہ پوچھتے ہوئے اس نے گویا بات ختم کر دی تھی۔

''کچھ نہیں۔ اب ہم چلیں گے۔'' ٹی ایس نے کہا اور واپس جانے کے لیے مڑنے تو ونود رانا نے کہا۔

''یہ یاد رہے کہ ہم چاروں اور صاحب کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں کہ ہم رابطے میں ہیں۔'' اس نے یاد دلا کر ان سے ہاتھ ملایا۔ وہ پھر وہاں نہیں رکے۔

وہ سبھی اس وقت آشا نگر کے علاقے میں تھے، جہاں سے وہ ہائی وے پر آ کر آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ ان کا رخ سدھارتھ نگر کی جانب تھا، جو ہائی وے کی بائیں جانب تھا۔ وہ وہیں ایک گھر میں کچھ دیر رکنا چاہتے تھے کہ رونیت کور کا فون آ گیا۔ اسے گوپال نند کا فون نمبر دے کر کہا گیا تھا کہ اسے تلاش کرے۔

''وہ گوپال نند مسلسل حرکت میں ہے۔ اس وقت وہ بوریولی ہی کے علاقے میں ہے۔ میرے سامنے جو نقشہ ہے، اس کے مطابق وہ گل مہر روڈ سے آگے پنجابی گلی کے پاس رکا ہوا ہے۔ اب پتہ نہیں وہ وہاں رکتا ہے یا نہیں۔'' رونیت کور نے تیزی سے بتایا۔

''یہ آشا نگر ہی کا علاقہ ہے؟'' جسپال نے پوچھا۔

''ہاں ہاں میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔'' ٹی ایس نے کہا اور ڈرائیور کو بتانے لگا کہ کدھر جانا ہے۔ اگلے یوٹرن سے اس نے فور وہیل موڑ لی۔ آشا نگر کے اس علاقے میں بڑی بڑی بلڈنگیں تھیں۔ جس کے ایک بڑے سے کراس پر موجود مارکیٹ کے پاس وہ آ رکے۔ رونیت کور مسلسل

بتا رہی تھی کہ گوپال نند اب گل مہر روڈ پر نہیں ہے۔ وہ انہیں یہ تو بتا سکتی تھی کہ اس کی لوکیشن کیا ہے، مگر حتمی نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ کہاں اور کس جگہ پر ہے۔

''میں کوشش کر رہی ہوں کہ اس جگہ کا مجھے پتہ مل جائے۔ مجھے امید ہے مل جائے گا۔ آپ اس علاقے کا ایک چکر لگاؤ۔'' رونیت نے کہا تو وہ پھر سے چل دیئے۔ یہ آنکھ مچولی آدھا گھنٹہ چلتی رہی۔ تبھی رونیت کور نے ایک بلڈنگ کے بارے میں بتایا۔ اس کے خیال میں وہ وہیں ہو سکتا ہے۔ وہ اس بلڈنگ کے پاس پہنچ گئے۔ وہ وہیں ٹھہرے ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ اسے باہر کیسے نکالا جائے کہ ایک دم سے بانیتا کی نگاہ دوسری طرف ہوئی تو وہ پر جوش انداز میں بولی۔

''وہ دیکھو، جسپال، اِدھر وہ سامنے گوپال نند۔''

جسپال نے فوراً ادھر دیکھا، وہ بلڈنگ سے نکل کر ایک سرخ کار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ دو سیکورٹی گارڈ تھے۔ سرخ کار میں ڈرائیور اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ٹی ایس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''اسے گھیرو۔''

اس وقت تک گوپال نند کار میں بیٹھا تو کار چل پڑی تھی۔ تبھی نوجوان نے فوراً ہی فور وہیل تیزی سے ادھر موڑی اور سیدھا اس کار کے سامنے جا رکا۔ کار والے کو بہت زور سے بریک لگانا پڑے تھے۔ بریکوں کی چرچراہٹ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ جسپال اور بانیتا نے پسٹل نکال کر فائر کر دیئے، جس سے سرخ کار کا ٹائر برسٹ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا بھی پھٹ گیا۔ سرخ کار والے تیزی سے باہر نکلے تو جسپال بھی انتہائی رسک لے کر باہر آ گیا۔ اس نے انہیں پسٹل سے کور کرتے ہوئے زور سے کہا۔

''رک جاؤ گوپال، ورنہ گولی مار دوں گا۔''

جیسے ہی اُس نے جسپال کی آواز سنی اس نے انتہائی حیرت سے پلٹ کر دیکھا اور پھر اپنا پسٹل نکالتے ہوئے پوری قوت سے چیخا۔

''یہی ہے، جسپال۔ جسے ہم تلاش کر رہے تھے۔''

اس کا جوش رائیگاں گیا۔ سیکورٹی گارڈز نے اپنی گنیں سیدھی کی ہوئی تھیں کہ ایک ہی وقت میں دو فائر ہوئے اور وہ لڑکھتے ہوئے سڑک پر گر گئے۔ اس وقت تک باقی کاریں بھی ان کے اردگرد آن رکیں اور اس میں سے کئی نوجوان باہر آ گئے۔ گوپال نند نے فائر کرنا چاہا مگر اسے دیر ہو گئی تھی۔

''نہیں، فائر کیا تو جان سے مار دوں گا، پھینک دو پسٹل، جلدی۔'' جسپال نے کہا تو اس نے اردگرد دیکھا اور مایوسانہ انداز میں پسٹل نیچے پھینک دیا۔ تبھی چند نوجوان اس کی طرف محتاط انداز میں بڑھے اور اسے قابو میں کر لیا۔ ڈرائیور یہ سب دیکھ رہا تھا۔ جسپال اس کے قریب گیا اور اس کے ماتھے پر پسٹل کی نال رکھ دی۔

''مم..... مم..... میرا تو کوئی..... قص..... قصور نہیں۔ میں تو.....'' وہ ہکلاتے ہوئے بولا تو جسپال نے کہا۔

''میں نے تجھے مارنا بھی نہیں ہے۔ یہاں سے سیدھے جاؤ اور تیواری سے کہنا اگر وہ اپنے باپ کا ہے تو مجھے پکڑ لے، جاؤ۔''

اس نے کہا اور پیچھے ہٹ گیا تو ڈرائیور تیزی سے نکلا اور ایک جانب کو بھاگ اٹھا۔ گوپال کو وہ قابو کر کے ایک کار میں ڈال چکے تھے۔ اس

کے ساتھ ہی ٹی ایس نے کال ملائی اور کسی سے کہنے لگا کہ تیواری کا خاص کارندہ پکڑ لیا ہے۔ اس سے پوچھ تاچھ خود کر لیں۔ فون کر کے اس نے گوپال کا فون اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سو جسپال کے بیٹھتے ہی وہ اسے لے کر چل دیئے۔

وہ آشا نگر کے علاقے سے نکل کر ساتا نگر میں پہنچ گئے۔ وہاں بنگلہ نما ایک بڑا سا راگھر تھا۔ نوجوان گوپال کو لا کر ایک کمرے میں پھینک چکے تھے۔ جسپال، بانیتا اور ٹی ایس اس کمرے میں جا پہنچے۔ گوپال فرش پر پڑا تھا۔ وہ سہا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں سے خوف چھلک رہا تھا۔ جسپال اس کے قریب جا کر اکڑوں بیٹھ گیا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

''دیکھ، اگر تجھے یہ امید ہے نا کہ تیواری تجھے بچا لے گا، تو یہ امید اب ختم کر دے۔ تو جانتا ہے نا کہ میں ایسا کیوں کہہ رہا ہوں؟''

''میں کیا جانوں۔'' اس نے سہے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ابے کتے کے بچے، تو ایک تیر سے کئی نشانے لگانے کا دعویٰ کرتے ہو اور یہ تجھے پتہ نہیں، کمال ہے بھئی۔'' جسپال نے بڑے تحمل سے کہا اور ایک مکا اس کی آنکھوں کے درمیان دے مارا وہ تڑپ اٹھا، ایک لمحے کے لیے اس کا سانس ہی گم ہو گیا پھر جب اس کا سانس بحال ہوا تو وہ کراہتے ہوئے بولا۔

''اس نے تجھے پکڑنے کے لیے چوبیس گھنٹے کا وقت دیا ہے۔''

تبھی بانیتا کور غصے میں آگے بڑھی اور اس کی پسلی میں ٹھوکر مارتے ہوئے بولی۔

''ہاں، لیکن اسے یہ نہیں معلوم کہ اس کی زندگی کا اب یہی وقت ہے، اور تمہاری زندگی کا بھی۔''

''مجھے معاف کر دو، میں سب کچھ بھول جاؤں گا۔ تیواری کو بھی سمجھا دوں گا۔'' اس نے رو دینے والے انداز میں کہا تو ٹی ایس ہنستے ہوئے بولا۔

''اس بے غیرت کا ڈرامہ دیکھ۔ اوئے بھڑوی کے، تجھے کسی تھیٹر میں کام کرنا چاہئے تھا۔ وہاں زیادہ کامیاب رہتا۔'' یہ کہہ کر اس نے جسپال کی طرف دیکھا اور کہا۔

''اسے ہم نے نہیں مارنا، اسے وہی مارے گا، جس پولیس آفیسر کو یہ مارنا چاہتا تھا۔ وہ اس کی ہڈیوں سے اور بہت کچھ نکلوالے گا، اس پر وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ آؤ، تیواری والا کام کریں، اسے بولو مرغا پھنس چکا ہے۔''

''چلو۔'' جسپال نے فوراً کہا اور اٹھ گیا۔ وہ تینوں چند قدم دروازے کی جانب بڑھے ہی تھے کہ گوپال بولا۔

''تم لوگ جو چاہتے ہو، میں وہ کرنے کے لیے تیار ہوں، پلیز مجھے......'' اس نے مزید کہنا چاہا تھا کہ بانیتا کور آگے بڑھی اور زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔ وہ لڑکھڑا کر گرا۔ وہ اس پر پل پڑی۔ وہ چیخنے لگا۔ اس کی دھنائی کرنے کے بعد وہ اس سے بولی۔

''چل لگا فون اپنے اس بے غیرت تیواری کو اور اسے بول کہ تو ہمارے پاس ہے۔ اسے کہہ اپنی فوج بھیجے۔ میں دیکھتی ہوں اسے۔'' یہ کہہ کر وہ گالیاں دینے لگی۔ جب اس کا غصہ ذرا ٹھنڈا ہوا تو اس نے فون نکالا پھر رک کر بولا۔

''میں جو کہہ رہا ہوں، اس پر ذرا سوچ لیں۔'' وہ روہانسا ہوتے ہوئے بولا۔

''تجھ پر کم از کم مجھے اعتماد نہیں، کتے پر تھوڑا اعتبار کیا جاسکتا ہے کہ اسے روٹی ڈالو تو وہ نہیں کاٹتا، مگر تیرے جیسے منافق، کب دھوکہ دیں جائیں، اس بارے کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ تجھ سے پولیس والے ہی پوچھیں گے۔''

جسپال نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ دونوں بھی اس کے پیچھے باہر چل دیئے۔

جسپال کو یوں لگا تھا کہ ابھی سویا تھا اور ابھی جاگ گیا۔ رات کے پچھلے پہر اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ پھر کسی نے بھی اسے نہیں جگایا تھا۔ گوپال نند کو رات ہی ونود رانا خود لے گیا تھا، اس کے ساتھ اس نے کیا کیا، انہیں بالکل خبر نہیں تھی۔ وہ فریش ہو کر ڈرائینگ روم میں آیا تو ٹی ایس اور بانیتا بھی فریش بیٹھے ہوئے تھے۔

''کچھ کھا پی لو تو چلیں۔'' بانیتا نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تیواری کی کوئی خبر؟'' اس نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''کوئی براہ راست خبر نہیں ہے لیکن رانا نے یہی بتایا کہ اس کے لوگ شہر بھر میں اور خاص طور پر پورو ملی میں پھیلے ہوئے ہیں۔'' ٹی ایس نے بتایا

''کیا خیال ہے، ابھی خاموش......'' اس نے کہنا چاہا تو ٹی ایس نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''نہیں، ہم نے اسے کچھ نہیں کہنا۔ چوبیس گھنٹے گذر جائیں۔ پھر اس کے ساتھ کھیلتے ہیں۔''

''اوکے۔'' جسپال نے کہا اور پھر اس موضوع پر کوئی بات نہیں کی۔ کچھ دیر بعد وہ آنند پارک کی طرف جانے کے لیے نکل پڑے۔

دوپہر ہو چکی تھی، جب وہ سبھی آنند پارک والے فارم ہاؤس کے ایک کمرے میں نوتن کور، رونیت کور، گرلین کور، سندیپ سنگھ، جسپال سنگھ، ٹی ایس اور بانیتا کور جمع تھے۔ ان کے سامنے اروند سنگھ کھڑا تھا۔ سلمان نے انہیں وہ ساری چیزیں مہیا کر دی تھیں، جو وہ چاہتا تھا۔ وہ انہیں کہہ رہا تھا

''ہے تو رسک، لیکن اس کا ایک چھوٹا سا تجربہ ہم اسی تیواری پر کریں گے۔ اس کا سارا کال ڈیٹا میرے پاس آگیا ہے۔ شہر کے ہر کونے سے اسے کال جائے گی۔''

''اروند ہم نے اسے پکڑنا ہے۔'' بانیتا نے کہا۔

''لیکن اگر اس کے ساتھ کھیل لیا جائے تو کیسا ہے؟ اسے بھی اندازہ ہو کہ اس نے کن لوگوں کو چھیڑ دیا ہے۔'' اس نے دلچسپی سے کہا۔

''اروند تم کسی دوسرے ٹریک پر سوچ رہے ہو، یہ چوہے بلی کا کھیل ہم افورڈ نہیں کر سکتے، تمہارا اصل فوکس یہ ہونا چاہئے کہ یہاں جو یہودی لابی کام کر رہی ہے اس بارے زیادہ سے زیادہ معلومات لو اور دوسرا ہمیں اپنے دھرم کے لیے کام کرنا ہے۔ یہی ہمارے دو مقصد ہیں۔'' بانیتا نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تو وہ ایک دم سے سر ہلاتے ہوئے بولا۔

''اوکے، میں ایسا ہی کروں گا۔'' یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کے لیے خاموش ہوا، پھر رونیت کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''تم بتاؤ کہ اب تک ہم نے اس بارے کیا کچھ معلوم کیا ہے۔''

''ہماری اب تک کی یہی کامیابی ہے کہ ہم نے تیواری اور اس سے متعلق چند لوگوں کے سیل فون تک رسائی لے لی ہے۔ جس فون کے بارے میں ہم چاہئیں گے۔ جیسے ہی وہ کہیں کال کرے گا، ہمیں یہاں معلوم ہو جائے گا۔'' رونیت کور نے سکون سے کہا۔

''گڈ' یہ تو بہت اچھی بات ہے، کیا تیواری کا فون سن سکتے ہو تم؟'' جسپال ایک دم سے خوش ہو گیا۔

''جی، وہ بہت شارپ بندہ ہے، فون پر بہت کم بات کرتا ہے، اس کے چند آدمی ہیں جو سارا کچھ دیکھتے ہیں۔ میں انہیں بھی دیکھ رہی ہوں۔'' اس نے بتایا

''تو کیا ہے ان کے بارے.....'' اس نے تجسس سے پوچھا تو سبھی اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہو گئے۔

''وہ گوپال نند کی گم شدگی کو بڑی اہمیت دے رہے ہیں۔'' اس نے بتایا

''سمجھو، وہ اب ماضی ہے۔ میں بتاتا ہوں اب کرنا کیا ہے۔'' یہ کہہ کر ٹی ایس نے سب کی طرف دیکھا پھر بولا۔

''میں چند نام اور فون نمبر دیتا ہوں۔ انہیں دیکھو، ان میں سے کوئی نہ کوئی بندہ سامنے آ جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو یہودی لابی کے حق میں ہیں۔''

''تمہاری رانا سے بات ہوئی؟'' نوتن نے ٹی ایس سے پوچھا۔

''ہاں' وہ کافی پرامید ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ اب میں تیواری کو دیکھتا ہوں۔ میں اور بانیتا ابھی کچھ دیر کے لیے نکلتے ہیں۔'' جسپال نے اٹھتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں باہر آ گئے۔ ان کا رخ دریا کنارے کی طرف تھا۔ فارم ہاؤس سے نکلتے ہی بانیتا نے کہا۔

''یہ ٹی ایس ہمیں اپنے انداز میں تو نہیں چلا رہا؟''

''بالکل، ایسا ہی ہے۔ وہ جو ہمارا سیٹ اپ جالندھر میں بنا تھا، یہاں بن گیا۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں کسی دوسری طرف دکھیلا جا رہا تھا اور ہم اس میں پھنس کے رہ گئے ہیں۔'' وہ سوچتے لہجے میں بولی۔

''پھر کیا کہتی ہو؟'' جسپال نے پوچھا۔

''دیکھو، ہم جانتے ہیں کہ ہم اپنے دھرم کے لیے کتنا کام کر رہے ہیں۔ ہم گیانی نہیں بن سکتے لیکن مجرم ضرور بن گئے ہیں۔'' وہ حسرت سے بولی۔

''تم کہنا کیا چاہتی ہو؟'' جسپال نے حیرت سے پوچھا تو وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''کسی کی گیم سے نکل کر صرف اپنی گیم کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے ممبئی فتح نہیں کرنی، لیکن امرتسر پر حکومت ضرور کرنا چاہتی ہوں۔'' اس نے جسپال کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''ابھی کیا کرنا ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''ان دو دنوں میں تیاری کا فیصلہ کرو، اور یہودی لابی میں دہشت پھیلا دو۔ دونوں طرف کے اہم بندے مارو۔ ممبئی میں اپنی جتنی قوت بھی ہے، جمع کر لو، پھر جو ہلچل ہوگی، دیکھا جائے گا کہ ہم اسے اپنے مقصد کے لیے کیسے استعمال کرتے ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے بانیتا کور کی آنکھوں میں غضب اتر آیا تھا۔

''ٹھیک ہے۔'' جسپال نے کہا تو وہ اس کی تفصیلات طے کرنے لگے۔

☆ ☆ ☆

لاہور پر رات کے سائے پھیل چکے تھے۔ میں دوسری منزل پر اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے سبھی نے ڈنر لیا تو وہیں انسانی حقوق کی تنظیموں بارے جو معلومات مل چکی تھیں، اس بابت کافی گفتگو ہوئی تھی۔ میں اسی بارے میں سوچ رہا تھا۔ مجھے ٹی ایس کی انفارمیشن کا بھی انتظار تھا۔ میں یونہی محض شک میں کسی پر دھاوا بولنے والا نہیں تھا۔ میں کسی سرے تک پہنچنا چاہتا تھا۔ وہ سب اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔ ایسے میں میرے سیل فون پر چھاکے کی کال آگئی۔ میں نے فون رسیو کیا تو وہ بڑے ضبط کے ساتھ حال احوال پوچھنے لگا۔

''تجھے ہوا کیا ہے چھاکے؟'' میں نے اس سے پوچھ ہی لیا تو وہ لہجے کو نرم کرتے ہوئے بولا۔

''کچھ نہیں بس کل سے سویا نہیں ہوں، اس لیے آواز بھاری ہو رہی ہے۔''

''مجھے سچ بتاؤ، تجھے ہوا کیا ہے؟'' میرا تجسس بیدار ہو گیا تو اسی نرم لہجے میں بولا۔

''یار یہ تو پوچھ لے، میں نے فون کیوں کیا ہے؟''

''چل، بول کیا بات ہے۔'' میں نے کہا۔

''اصل میں کل سے اماں کی طبیعت کچھ اچھی نہیں ہے۔ وہ کہتی تو نہیں لیکن مجھے احساس ہے کہ وہ تجھے یاد کرتی ہیں۔'' اس نے بتایا

''چھاکے مجھے سیدھی بات بتا۔'' مجھے کچھ اور ہی شک ہونے لگا تھا۔ اس لیے تیزی سے پوچھا۔

''تُو تو ایویں ہی گھبرا گیا ہے۔ یہی موسمی بخار ہو گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اگر تم مصروف نہیں ہو تو ایک چکر نور نگر کا لگا لو، اماں کا دھیان بھی ذرا بٹ جائے گا اور ہم بھی تم سے مل لیں گے۔'' اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں یوں کہا جیسے وہ مجھ سے شکوہ کر رہا ہو۔ میں نے چند لمحے سوچا اور پھر کہا۔

''ٹھیک ہے، میں ابھی نکلتا ہوں۔''

''میں انتظار کرتا ہوں۔'' اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔ تب مجھ سے زیادہ دیر بیٹھا نہیں گیا۔ میں نیچے آیا، جنید اس وقت باہر جانے کے لیے کنٹرول روم سے نکلا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر رک گیا۔

''کدھر جا رہے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''یہیں مارکیٹ تک، مجھے کچھ......'' اس نے جواب دیا تو میں کہا۔

''تم تیار ہو جاؤ، ہم ابھی کہیں جا رہے ہیں۔''

''اوکے۔'' اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور واپس اپنے کمرے کی جانب مڑ گیا۔ میں کنٹرول روم میں جا کر انہیں جانے کا کہہ آیا۔

لاہور سے نکلے تو رات کا دوسرا پہر تھا۔ سیاہ ہنڈائی میرے پیروں کے نیچے تھی اور میں اسے اڑائے لیے چلا جا رہا تھا۔ اس وقت پو پھٹ رہی تھی، جب میں نور نگر میں حویلی کو جانے والے راستے پر مڑ رہا تھا۔ میں آہنی گیٹ تک پہنچا تو سامنے چھاکا کھڑا تھا۔ گیٹ کھل گیا تو میں نے جنید کو گاڑی پارک کرنے کا کہہ کر خود اتر آیا۔ ہر طرف سکوت تھا۔ میں آگے بڑھا اور چھاکے کے گلے لگ گیا، وہ بڑی گرم جوشی سے مجھے ملا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

''چھاکے، سچ بتانا، خیریت ہی ہے نا؟''

''سچی بات تو یہ جمال، اماں بہت بیمار ہے، تجھے بلانے کے لیے ہم سب نے کہا مگر وہ مانتی ہی نہیں ہیں۔ اب مجھ سے رہا نہیں گیا۔'' وہ روہانسا ہوتا ہوا بولا۔

''تو نے اچھا کیا مجھے بلا لیا، چل آ اماں سے ملتے ہیں۔'' میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور حویلی کی جانب چل پڑا تو اس نے بھی میرے ساتھ قدم بڑھا دیئے۔

دوسری منزل کے بڑے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے ہولے سے بجایا تو اندر سے اماں نے کہا۔

''آجاؤ''

میں نے دروازہ کھولا اور اندر چلا گیا۔ اماں بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھیں اور ان کے سامنے قرآن مجید کھلا ہوا تھا۔ ان کے بیڈ سے ذرا فاصلے پر بڑی سی چادر سے اپنا آپ ڈھانپے سوہنی نماز پڑھنے میں محو تھی۔ دوپٹے کے ہالے میں اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ ایک نور تھا جو اس سے پھوٹ کر متاثر کرتا چلا جا رہا تھا۔ میں چند لمحے اس کے چہرے کی تاب نہ لا سکا۔ میں نے اماں کی طرف دیکھا وہ مجھے دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے کلام پاک بند کر دیا تھا۔ میں آہستہ آہستہ ان کے قریب گیا اور ان کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیا۔ انہوں نے بڑے پیار سے میرا سر اٹھایا، اسے چوما اور مسکراتے ہوئے بولی۔

''خیر سے آئے ہو نا پتر۔''

''جی اماں، بس دل کیا اور آ گیا۔'' میں نے سکون سے کہا تو میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

''چل تو منہ ہاتھ دھو کے تازہ دم ہو جا۔ میں یہ منزل ختم کر لوں تو پھر تیرے ساتھ باتیں کرتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے اماں۔'' میں نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔ کمرے سے نکلتے ہوئے میں نے ایک نگاہ سوہنی پر ڈالی۔ وہ قعدہ میں تھی۔ میں نے رکنا مناسب نہیں سمجھا اور باہر آ گیا۔

''یار اماں تو ٹھیک ہے، میں تو ایویں ڈر گیا تھا۔'' باہر کھڑے چھاکے کو دیکھ کر میں نے کہا تو وہ خاموش رہا۔ میں آگے بڑھا تو اس نے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''ادھر ہے تمہارا کمرہ۔ سوہنی نے رات ہی بتا دیا تھا۔''

ہم اس طرف چل پڑے۔ میں اس کے ساتھ کاریڈور سے گذر رہا تھا تو میں نے دیکھا۔ حویلی کی دائیں جانب باہر کی طرف ایک میدان تھا۔ جہاں کبھی فصلیں اگا کرتی تھیں۔ وہاں کئی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ورزش کر رہے تھے۔ وہ سبھی ٹریک سوٹ میں تھے۔ ان لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان ایک لمبی دیوار تھی۔ دونوں طرف سے دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔

''یہ کیا ہے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''آؤ، پہلے یہی دیکھ لو۔'' اس نے کہا اور کاریڈور میں آگے بڑھ گیا۔ میں اس کے ساتھ سرے تک گیا تو سارا منظر واضح ہو گیا۔ وہ سب ایک منظم انداز میں ورزش کر رہے تھے۔ لڑکوں کی طرف تانی کھڑی تھی اور انہی کے ساتھ پوری طرح مصروف تھی۔ میں دلچسپی سے دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بدن گرم ہو جانے تک یہی چلتا رہا، پھر وہ زور زور سے انہیں حکم دینے لگی۔ ایک دم سے وہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے لگے۔ بالکل روہی کی تربیت والا انداز تھا۔ دوسری جانب لڑکیاں بھی وہی کر رہی تھیں۔ تانی پورے جوش کے ساتھ۔ کبھی کسی کے ساتھ فائیٹ کرنے لگتی اور کبھی کسی کے ساتھ۔ کافی دیر تک یہی چلتا رہا۔ جہاں کوئی غلطی کرتا اسے سمجھاتی۔ یہ مرحلہ ختم ہوا تو اس نے ہدایات دینی شروع کر دیں۔

''کب سے یہ چل رہا ہے؟'' میں نے پر جوش لہجے میں پوچھا۔

''کافی عرصہ ہو گیا۔'' چھاکے نے جواب دیا

''سارا اور اس کے بیٹے کا کیا حال ہے؟'' میں نے پوچھا تو وہ بولا۔

''وہ دونوں خوش ہیں، شعیب کئی بار یہاں انہیں آ کر مل چکا ہے۔ وہ دوبئی میں ہوتا ہے، اس نے سارا کو لے جانا چاہا مگر وہ نہیں گئی۔''

او کے آؤ چلیں۔'' میں نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

میں تازہ دم ہو کر اوپر ہی ڈرائینگ روم میں آیا تو سبھی وہیں تھے۔ چھاکا، سارا، تانی سوہنی اور اماں۔ ناشتہ تیار تھا۔ میں جا کر سب سے ملا۔ تانی نے شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی، کچھ دیر پہلے والی تانی لگ ہی نہیں رہی تھی۔ اس وقت میں چھاکے کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے پتلون اور شرٹ پہنی ہوئی تھی اور ٹائی بھی لگائی ہوئی تھی۔

''اوئے چھاکے یہ کیا؟'' میں نے خوشگوار حیرت سے کہا تو اماں نے ایک دم سے کہا۔

''جمال! آج کے بعد تم نے اسے چھاکا نہیں کہنا، اشفاق کہنا ہے، چوہدری اشفاق۔''

''وہ تو ٹھیک ہے اماں، پر اسے یہ سکھایا کس نے ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ میری بیٹی سارا نے سکھایا ہے۔ دیکھنا یہ میرا پتر اب بہت بڑا آدمی بنے گا۔'' اماں نے رسان سے کہا تو میں نے اسے چوہدری اشفاق کہنے کا پورا ارادہ کر لیا۔ ناشتہ ختم ہونے تک باتیں چلتی رہیں۔ تبھی سارا اٹھ گئی

''مجھے اجازت، میں دوپہر کے بعد آپ سے باتیں کروں گی مجھے آپ سے بہت کچھ کہنا ہے۔''

''اس وقت کہہ لو ضروری باتیں۔'' میں نے کہا۔

''نہیں، مجھے اسکول جانا ہے۔ میں پہلے ہی لیٹ ہو چکی ہوں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی تو اماں بولیں۔

''یہ یہاں کا سارا اسکول سنبھالے ہوئے ہے۔ یہ رہتی ہی وہیں اسکول میں ہے۔ یہ تو چھٹیاں گذارنے یہاں آتی ہے حویلی میں۔''

''اماں آپ بھی تو وہیں ہوتی ہیں۔'' سارا نے کہا اور چل دی۔ میں نے سوہنی کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر ایک میٹھی مسکان تھی۔ اس نے اب تک ایک لفظ نہیں کہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں پیاس کے ساتھ ایسی نادیدہ لہریں پھوٹ رہی تھیں جنہیں میں کوئی نام تو نہیں دے پایا مگر وہ مجھے اپنی جانب کھینچ رہی تھیں۔

''اماں، اس چھاکے نے فون کر کے اس طرح کہا کہ میں ڈر ہی گیا۔ اس نے تو.....'' میں نے کہنا چاہا تو سوہنی ایک دم سے بولی۔

''ٹھیک کہا اس نے، اماں ٹھیک نہیں ہیں۔ یہاں کے ڈاکٹرز نے جو کہا وہ اگر سن لیں تو تم بھی پریشان ہو جاؤ۔ اماں ہماری نہیں سنتیں۔ میں نے چھاکے سے کہا کہ وہ تمہیں بلائے۔''

''کیوں، کیا ہوا؟'' میں ایک دم سے پریشان ہو گیا

''اب میں تفصیل بتاتی......'' اس نے کہنا چاہا تو اماں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''او پتر مجھے کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ ایویں پریشان ہیں سب۔ اب عمر کا بھی تقاضا ہے، کمزوری تو آئے گی۔'' اماں نے پوری سنجیدگی سے کہا تو میں خاموش رہا، پھر تانی کی طرف دیکھا تو اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ میں نے اس کی بات مان لی اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ اماں اٹھ کر اندر چلی تو سوہنی انہیں چھوڑنے ساتھ چلی گئیں۔

''بات کیا ہے؟'' میں اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو چند لمحے خاموش رہی پھر بولی۔

''وہ سوہنی ہی بتا دے گی آپ کو۔'' اس نے کہا ہی کچھ اس طرح تھا کہ میں نے اس موضوع کو ایک طرف رکھ دیا اور میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''یہ تم نے بہت خوب کیا کہ یہاں کے نوجوانوں کو تربیت دے رہی ہو۔ یہ خیال کیسے آیا؟''

''میری مجبوری تھی۔ مجھے اپنی فٹنس رکھنا تھی۔ دوسرے یہاں رہتے ہوئے میں فضول نہیں بیٹھ سکتی، سو میں نے اماں سے اجازت لی اور یہ سب شروع کر دیا۔ شروع میں تھوڑا مخالفت ہوئی، پھر سب ٹھیک ہو گیا۔'' اس نے مسکراتے ہوئے بتایا

''تم یہاں خوش تو ہو نا؟'' میں نے پوچھا۔

''ایک دم خوش۔'' یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر سو رنگ بکھر گئے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اسے یہاں کی سیکورٹی کا پورا احساس تھا۔ میں اس سے باتیں کر رہا تھا کہ سوہنی آ گئی۔ وہ آتے ہی میرے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی اور میری طرف دیکھ کر بولی۔

''اماں بہت سیریس ہیں۔ ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ ایک وقت ہی میں انہیں دو طرح کے مرض لاحق ہو گئے ہیں۔ ایک دل اور دوسرا انہیں ہائی بلڈ پریشر ہے۔''

''مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔'' میں نے چونکتے ہوئے کہا تو تیزی سے بولی۔

''اماں نے منع کیا تھا۔ وہ تو اب بھی نہیں چاہتی تھیں کہ تمہیں بتایا جائے، بس دوا کھا لی تو ٹھیک۔''

''تو پھر تیاری کرو، اماں کو کسی بھی باہر کے ملک لے چلتے ہیں، اس پر تو کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی نا۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا تو وہ بولی۔

''میں پتہ نہیں کتنی بار کہہ چکی ہوں۔ وہ نہیں مانتیں۔ تمہیں اسی لیے بلایا ہے۔ تم کہو تو شاید مان جائیں۔''

''ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں۔'' میں نے کہا تو اٹھ کر اندر جانے لگا۔ تب سوہنی نے مجھے روک دیا

''اس وقت وہ دوا کے اثر میں سونے لگی ہیں۔ جگایا تو ان کی طبعیت......''

''ٹھیک ہے میں شام کو بات کروں گا۔'' میں نے کہا اور باہر کی طرف چل دیا۔ میرے پیچھے ہی تانی بھی اٹھ آئی۔ چوہدری اشفاق میرے انتظار میں تھا۔ ہم نیچے ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ کچھ دیر بیٹھے اور وہاں کے بارے معلومات لینے کے بعد میں اور اشفاق، سارا کا اسکول دیکھنے چل پڑے۔ واپسی پر ایک دم سے مجھے خیال آیا کہ میں نے مسافر شاہ کے تھڑے پر مسافروں کے لیے کچھ سہولیات مہیا کرنے کا کہا تھا۔ اشفاق نے وہاں کافی کام کروا دیا تھا۔ میں نے اس کام کے بارے میں پوچھا تو اس نے کار کا رخ اُدھر موڑتے ہوئے کہا۔

''چل ادھر کا بھی ایک چکر لگا لیں۔ تو خود ہی دیکھ لے کیا کچھ کیا ہے، جو رہ گیا ہو وہ بتا دینا۔''

اس نے وہاں کافی کام کروا دیا ہوا تھا۔ ایک طرف کمروں کی قطار تھی اور اس کے ساتھ برآمدے تھے، جہاں مسافر کچھ دیر بیٹھ کر سکون لے سکتے تھے۔ پانی کا بہترین انتظام کر دیا گیا تھا۔

''بس اب یہاں بجلی پہنچ جائے تو مزید بہتر ہو جائے گا، میرے خیال میں وہ جلد لگ جائے گی۔'' اشفاق نے بتایا۔ پھر ایک طرف اشارہ کر کے بولا۔

''وہ دیکھو، کافی قطعات پر گھاس لگوا دی ہوئی ہے لیکن یہ سبز تبھی ہوں گے جب یہاں ٹیوب ویل لگ جائے گا۔'' وہ بتا رہا تھا لیکن میں وہاں کھڑا دیکھ رہا تھا، کنویں پر چند لڑکیاں پانی بھرنے آئی ہوئی تھیں۔ میں نے دیکھا مسافر شاہ کے میدان کے ایک سرے پر بڑی رنگین جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ بلاشبہ یہ وہیں سے آئی تھیں۔ میں نے غور کیا، وہ خانہ بدوش نہیں تھیں۔ خانہ بدوش جو ہر طرح کا جانور، کتے بلے، خنزیر تک کھا جاتے ہیں، مقامی زبان میں انہیں ''بوریے'' کہا جاتا ہے۔ ان میں ایک طرح کی نفاست تھی، یہی شے مجھے ان میں دلچسپی پیدا کر رہی تھی۔ جب وہ پانی بھر چکیں تو میں نے آگے بڑھ کر ان میں سے ایک بڑی لڑکی سے کہا۔

''وہ سامنے جھونپڑیاں تم لوگوں کی ہیں۔''

''ہاں ہماری ہیں۔'' اس نے تصدیق کی۔ اس کا لہجہ اندورون روہی اور سندھی کا ملا جلا تاثر دے رہا تھا۔

''تم میں جو بڑا بزرگ ہے نا، اسے یہاں بھیجو، میں اس سے کوئی بات کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا تو انہوں نے کوئی جواب دیئے بغیر گھڑے سر پر اٹھائے اور تیز قدموں سے چل دیں۔

میں مسافر شاہ کے تھڑے پر بیٹھ گیا تھا۔اشفاق بھی ذرا فاصلے پر میرے پاس براجمان ہو گیا۔ کچھ دیر بعد جھونپڑیوں سے ایک لمبے قد کا، پتلا سا آدمی نکلا۔اس نے ہماری طرف دیکھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا چل پڑا۔اس نے گیروے رنگ کا کرتا اور سفید دھوتی باندھی ہوئی تھی۔ سر پر سفید بھاری پگڑی تھی۔اہم بات یہ تھی کہ اس کے کپڑے صاف اور دھلے ہوئے تھے۔خانہ بدوشوں کی طرح میلے کچیلے نہیں تھے۔اس کے پیچھے تین مختلف عمر کے نوجوان بھی آتے ہوئے دکھائی دیئے۔اس کی بڑی بڑی سفید مونچھیں اور بے تحاشا داڑھی اس کے پتلے چہرے پر عجیب سی لگ رہی تھیں۔وہ تینوں نوجوان اس کے پاس کھڑے ہو گئے۔انہوں نے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر پرنام کیا۔وہ ہندو تھے۔بوڑھے کا نام رام لعل تھا۔وہ جوگی تھا۔وہ لوگ دو ہفتوں سے وہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ایک بات میں نے محسوس کی۔جب تک وہ اپنا تعارف کراتا رہا،اس دوران وہ مجھے گہری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔اتنی گہری نگاہ کہ مجھے احساس ہو گیا کہ اس کے انداز میں ایک طرح کا غرور ہے۔چند لمحے بعد وہ روہی اور سندھی ملے لہجے میں بولا۔

”جی حضور،فرمائیں،کس لیے بلایا؟“

”تم لوگ یہاں کیسے؟“میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”اگر آپ کو ہمارے یہاں رہنے پر اعتراض ہے تو ہم آج ہی چلے جاتے ہیں۔“اس نے لہجہ مودب رکھا لیکن اس میں ایک خاص اکھڑ پن تھا۔

”مجھے یہاں تمہارے ڈیرہ لگانے پر اعتراض نہیں ہے، میں نے یہاں میلے کے علاوہ کبھی کسی خانہ بدوش کا ڈیرہ نہیں دیکھا۔اس لیے تم سے پوچھ رہا ہوں کہ تم یہاں کیسے؟ کوئی خاص مقصد ہے اس علاقے میں آنے کا؟“میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا جو کسی سانپ کی طرح چمک رہی تھیں۔وہ کچھ لمحے خاموش رہا پھر اسی لہجے میں بولا۔

”میں ایک جوگی ہوں۔ میں خاص سانپوں کو پکڑنے کے لیے مختلف علاقوں کا سفر کرتا رہتا ہوں یہاں میں ایک خاص قسم کے سانپ کی تلاش میں آیا ہوں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ یہاں پایا جاتا ہے۔“اس نے مودب لہجے میں کہا۔

”کیا وہ سانپ یہاں ملا؟“میں نے پوچھا۔

”اس کی موجودگی کے آثار تو ہیں لیکن دو ہفتے ہو گئے،وہ ہمیں دکھائی نہیں دیا۔ پوری کوشش کے بعد بھی اسے تلاش نہیں کر پائے ہیں۔“اس بار وہ ذرا عجیب سے لہجے میں بولا جیسے بے بس ہو گیا ہو۔

”کیا وہ اتنا ہی نایاب سانپ ہے، جس کی تلاش تمہیں یہاں تک لے آئی؟“میں نے پوچھا۔

”ہاں،وہ اتنا ہی نایاب ہے۔لیکن لگتا ہے وہ اب یہاں نہیں ہے۔میرے آتے ہی شاید یہ جُوہ چھوڑ کر چلا گیا ہے۔“اس نے قدرے فخریہ لہجے میں بتایا

”مطلب وہ سانپ تم سے ڈر گیا اور یہاں سے بھاگ گیا۔یہی کہنا چاہ رہے ہو نا؟“میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”لگتا تو یہی ہے؟“اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا

''ایسی کیا بات ہے تم میں؟'' میں نے اس میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

''اس روئے زمین پر کوئی ایسا سانپ نہیں ہے جو اپنے زہر سے مجھے نقصان پہنچا سکے۔ سنا ہے اس سانپ کا زہر بہت تیز ہے اتنا تیز کہ جیسے ہی وہ کسی بندے کو ڈستا ہے اس کا جسم پھٹنے لگتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ دو منٹ میں اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس کا زہر مجھ پر اثر کرتا ہے کہ نہیں۔'' جوگی نے یہ کہتے ہوئے لاشعوری طور پر اپنی مونچھ پر ہاتھ پھیرا۔

''اس سانپ کی تلاش تمہیں اس لیے ہے کہ تم اس کے زہر پر تجربہ کر سکو؟'' میں نے پوچھا تو چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولا۔

''ہاں، ایک تو تجربہ کرنا تھا، دوسرا......'' یہ کہتے ہوئے وہ یک دم سے رک گیا، لمحہ بھر بعد بولا۔

''جب وہ سانپ ہی نہیں ہے تو اس کا کیا ذکر، ویسے بھی ہم آج کل میں جانے والے ہیں۔''

''تمہیں تو وہ سانپ نہیں ملا لیکن اگر میں وہ سانپ یہاں بلا لوں تو کیا پھر خود کو ڈسواؤ گے۔'' میں نے کہا تو اس نے شدید حیرت سے میری طرف دیکھا، چند لمحے اسی کیفیت میں رہا تو میں بولا۔

''میں دیکھنا چاہوں گا کہ اس سانپ کے کاٹنے سے بدن کیسے پھٹتا ہے۔''

''حضور یہ آپ بہت بڑی بات کر رہے ہیں؟'' اس نے یوں کہا جیسے میں پاگل ہوں اور یونہی بڑ میں کہہ رہا ہوں۔ اس کے لہجے میں تیز طنز تھا۔

''اگر میں بلا لوں تو؟'' میں نے اصرار کرتے ہوئے کہا تو وہ حیرت سے مجھے دیکھنے لگا، پھر دھیمے سے لہجے میں بولا۔

''ہاں، بلا لیں۔''

میں نے ایک نگاہ پورے میدان پر ڈالی۔ ایک طرف چٹیل میدان، ایک طرف ٹیلے اور دو طرف جھاڑیاں اور درخت اُگے ہوئے تھے۔ میں چند لمحے دیکھتا رہا۔ مجھے لگا کہ میرے اندر سے کوئی قوت اس سارے میدان میں پھیل رہی ہے۔ زیادہ وقت نہیں گذرا تھا، کہ ایک سانپ تیزی سے رینگتا ہوا تھڑے کی جانب آ رہا تھا۔ میں نے خود پہلی بار ایسا سانپ دیکھا تھا۔ اس کا رنگ ہلکا نیلا، جس میں کہیں کہیں سیاہ دھبے تھے۔ وہ زیادہ سے زیادہ تین فٹ کا رہا ہوگا۔ پتلا سا، چمکتا ہوا سانپ جس پر نگاہ نہیں ٹک رہی تھی۔ وہ تھڑے سے کچھ فاصلے پر آ کر رک گیا۔ میں نے واضح طور پر اس جوگی کے منہ سے حیرت زدہ آواز نکلتی ہوئی محسوس کی۔ تبھی میرے قریب اشفاق نے ہولے سے کہا۔

''یہ کیا ہے؟''

میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی بلکہ جوگی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''یہی ہے وہ سانپ، اسی کی تلاش تھی تمہیں؟''

''یہی ہے سانپ، میں اسی کی تلاش میں یہاں تک آیا ہوں۔'' اس نے جوش بھرے لہجے میں کہا تو میں بولا۔

''چلو، اب اسے خود کو ڈسواؤ۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ تمہارا دعویٰ سچا ہے یا جھوٹا۔''

میرے یوں کہتے ہی وہ ساتھ کھڑے تینوں نوجوان ایک دم سے بول پڑے۔ یہ ان کی اضطراری کیفیت تھی۔ مجھے کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ تبھی ایک نوجوان نے کہا۔

''نہیں گرو جی، یہ بڑا زہریلا سانپ ہے، اس کا ڈسا پانی تک نہیں مانگ سکتا۔ یہ خطرہ مول نہیں لے سکتے ہم، بس پکڑ لیں ان کو۔''

''ایسے نہیں پکڑ سکتے تم اسے، اپنے آپ کو ڈسواؤ تو پکڑو۔'' میں نے ذرا سخت لہجے میں کہا تو جوگی نے میری طرف دیکھا پھر اپنے نوجوانوں کی طرف دیکھ کر بولا۔

''نہیں مجھے کچھ نہیں ہوگا۔''

جوگی سانپ پکڑنے کو آگے بڑھا تو سانپ غضب ناک ہوگیا۔ اس کی پھنکار میں شدت تھی۔ وہ سبھی چوکنا تھے۔ لیکن کسی کی بھی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ آگے بڑھ کر اسے اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ تبھی جوگی نے حوصلہ پکڑا اور سانپ پر ہاتھ ڈال دیا۔ وہ سانپ اس کے ہاتھ سے لپٹ گیا۔ واضح طور پر نظر آرہا تھا کہ سانپ نے اسے ڈس لیا تھا۔ کیونکہ اس کے ماتھے پر ایک دم سے پسینہ بہنے لگا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ وہ جھومنے لگا جیسے اسے سانپ کے ڈسنے سے سرور آرہا ہو۔ وہ اپنے پاؤں سے ہل گیا۔ اس کے چیلے بالکے اسے اس طرح دیکھ رہے تھے، جیسے کوئی شے ہاتھ سے نکلی جا رہی ہو۔ چند منٹ تک وہ اسی کیفیت میں رہا۔ پھر اسے ہوش آنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ نارمل حالت میں میرے سامنے کھڑا تھا مسکرا رہا تھا۔

''بہت زہریلا ہے یہ سانپ، جیسا سنا تھا، ویسا ہی پایا۔'' وہ جوگی خوش ہوتے ہوئے بڑبڑایا

''یہ تجربہ تم نے کر لیا کہ اس میں کتنا زہر ہے۔ اب چھوڑ دو اسے۔''

''نہیں یہ نایاب سانپ مجھے چاہئے۔ میں اسے اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔''

''کیا کرنا ہے تم نے سانپ کا کیوں چاہئے تمہیں؟'' میں نے پوچھا تو وہ خاموش رہا، جیسے وہ مجھے بتانا نہ چاہتا ہو کچھ دیر بعد میں نے پھر پوچھا۔

''تم نے بتایا نہیں کہ تمہیں یہ سانپ کیوں چاہئے۔'' میں نے پوچھا۔

''حضور آپ کیا کریں گے پوچھ کر، مجھے سانپ مل گیا۔'' اس نے خوشی بھرے لہجے میں کہا۔

''ہوسکتا ہے اب یہ تمہارے کام کا نہ رہا ہو اس نے تمہیں ایک بار ڈس لیا ہے......'' میں نے پوچھنا چاہا تو وہ بڑے غرور سے بولا۔

''نہیں، یہ ایک ہی وقت میں کئی بار ڈس سکتا ہے، ہر بار اس کا اثر اتنا ہی رہتا ہے۔ میں نے جو اس سے کام لینا ہے وہ لے لوں گا۔''

''لیکن تمہیں بتانا ہوگا کہ یہ کس مقصد کے لیے لے کر جاؤ گے، کیا کام لو گے اس سے؟'' میں نے اصرار کرتے ہوئے کہا تو اس نے سرور میں آتے ہوئے بڑے غرور سے کہا۔

''میں مانتا ہوں کہ تم نے سانپ کو یہاں بلا لیا، کچھ تو ہو، لیکن اگر اسے ڈسوا لو تو میں بتا دوں گا۔''

''ایسا ہے، تو لاؤ۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس نے اپنا وہ ہاتھ آگے کیا جس میں اس نے سانپ پکڑا ہوا تھا۔ میں نے اسے پکڑا اور اپنے ہاتھ پر رکھ لیا۔ سانپ کی فطرت ہے ڈسنا، اس نے مجھے ڈس لیا لیکن اگلے ہی لمحے وہ خود بل کھانے لگا۔ میں نے اسے زمین پر پھینک دیا۔ وہ

جوگی حیرت اور غم میں زور زور سے چیخنے لگا۔

"یہ کیا ہوگیا۔ یہ مر گیا...... یہ مر گیا۔" وہ زمین پر پڑے ہوئے سانپ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"تمہیں کیسے پتہ یہ مر گیا ہے۔" میں نے سکون سے کہا تو اسی طرح دکھ بھرے لہجے میں بولا۔

"جب سانپ الٹ جائے تو وہ مر جاتا ہے۔"

"نہیں، یہ ابھی مرا نہیں، جس طرح سانپ کے زہر نے تمہیں ہلا کر رکھ دیا تھا، اسی طرح جب سانپ نے مجھے ڈسا تو وہ خود بے خود ہو گیا ہے۔ انتظار کرو، ابھی ہوش میں آجائے گا۔"

"ایسا ہے، کیا میں اسے اپنے ساتھ لے جا پاؤں گا" وہ ایک دم خوشی سے بولا۔

"ہاں ایسا ہی ہے، لیکن اسی وقت لے جا سکو گے جب تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ اس کا کرنا کیا ہے۔"

میری بات سن کر وہ چند لمحے خاموشی سے کھڑا سوچتا رہا۔ اس کے بالکے بھی ادب سے ایک طرف ہو کر کھڑے تھے۔ کچھ دیر بعد اس نے سانپ پر نگاہیں ٹکاتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس کا زہر چاہئے۔ اس کے زہر میں خاص نایاب قسم کے جز ہیں۔ میرا ایک بیٹا بہت بڑا کیمسٹ ہے۔ مجھے نایاب سانپ ڈھونڈنے کا شوق ہے تو اسے زہر کی خاصیتوں پر تجربات کرنے کا جنون ہے۔ اس نے بہت ساری اختراع کر لی ہیں۔ یہ سانپ اسے چاہئے۔"

"اور وہ یہ سارا کام دولت بنانے کے لیے کر رہا ہوگا۔ اسے یہ کوئی غرض نہیں ہوگی کہ انسانیت کے لیے کیا اچھا ہے اور کیا برا۔" میرے یوں کہنے پر وہ خاموش رہا۔ میں نے سانپ کی طرف دیکھا، وہ سیدھا ہو کر معمولی سی حرکت میں تھا۔ میں نے سانپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کراہت سے کہا

"اٹھاؤ اس سانپ کو اور لے جاؤ۔" وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ میرے لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ وہ دم سے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا، اس نے دونوں ہاتھ جوڑے اور گڑ گڑاتا ہوا بولا۔

"مجھے خود پر بہت زعم تھا، بڑا ناز تھا، مجھے اسی وقت سمجھ جانا چاہئے تھا جب آپ نے سانپ کو بلایا۔ میں سمجھ گیا ہوں، آپ بہت بڑے گیانی ہو۔ مجھے بس اپنے چرنوں میں جگہ دے دو، میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔"

"کیوں رہنا چاہتے ہو تم یہاں۔ تمہیں سانپ چاہئے لے جاؤ، اور چاہئے تو مزید لے جاؤ۔" میں نے یوں کہا جیسے یہ اب کچھ بھی اہمیت نہ رکھتے ہوں۔ وہ مزید گڑ گڑانے لگا۔ میں اسے کچھ دیر دیکھتا رہا پھر کہا۔

"تم ٹھیک سمجھے ہو، آج کے بعد تیرے بیٹے کے ہاتھ میں وہ اثر نہیں رہے گا اور نہ تم میں یہ صلاحیت، ایک چھوٹے سے سانپ کا زہر تمہیں مار سکتا ہے۔"

"رحم حضور رحم......" وہ گڑ گڑانے لگا۔

''یہاں رہو، اپنے بیٹے کو بلاؤ، وہ مجھے مطمئن کرے گا تو ہی میں کچھ کہہ سکوں گا۔ جاؤ، اپنے سب لوگوں کو ان کمروں میں لے آؤ۔''
میں نے کہا اور اٹھ گیا۔

''جیسے آپ کا حکم سرکار'' اس نے کہا اور سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے چیلے بالکوں کو اشارہ کر دیا۔ وہ فوری ہی پلٹ گئے۔
بظاہر وہ معاملہ ختم ہو گیا تھا۔ لیکن ایک بے چینی میرے اندر اب بھی تھی۔ مجھے سکون نہیں آ رہا تھا۔ تبھی میں نے اس جوگی سے پوچھا۔

''یہاں اس میدان میں یا اس کے ارد گرد تم لوگ ہی ہو یا کوئی دوسرا بھی ہے؟''

''یہاں تو ہم لوگ ہی ہیں، ہم سب آپس میں رشتے دار ہیں۔ ہمارے گھر شہر میں ہیں۔ لیکن اس طرح رہنا ہماری مجبوری ہے کہ ہم سانپ......'' اس نے مزید کہنا چاہا مگر میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں، تم لوگوں کے علاوہ کوئی اور ہے اس علاقے میں۔''

میرے یوں کہنے پر وہ ایک دم سے چونکا۔ میری طرف دیکھنے لگا پھر بولا۔

''ایک ملنگ ہے، اس طرف بڑے درخت کے نیچے بیٹھا ہوا۔ وہ ہمارے آنے سے پہلے کا وہاں پر بیٹھا ہوا ہے۔ وہیں رہتا ہے، ہم نے کبھی اسے ادھر یہاں آتے ہوئے نہیں دیکھا، اس کے معمولات کیا ہیں یہ بھی نہیں پتہ۔''

''کیا اب وہ وہاں پر ہوگا؟'' میں نے پوچھا۔

''پتہ نہیں۔'' اس نے جواب دیا تو میں اس جانب دیکھنے لگا۔ مجھے کافی کچھ محسوس ہونے لگا تھا۔ میں نے زمین پر پڑے ہوئے سانپ کو دیکھا اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''جانے دو اسے، پھر جب چاہے بلا لیں گے اسے، تمہیں تو صرف اس کا زہر ہی چاہئے نا۔ وہ مل جائے گا۔'' میں نے کہا اور اس سمت چل پڑا، جس طرف اس ملنگ کے ہونے کا جوگی نے بتایا تھا۔

اس پورے میدان میں برگد کا درخت صرف مسافر شاہ کے تھڑے کے پاس ہی تھا، یا پھر وہ برگد کا درخت تھا، جس کے نیچے وہ ملنگ گدڑی بچھائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے قریب ہی کچھ برتن پڑے تھے۔ دو ایک پوٹلیاں تھیں۔ قریب ہی ایک بکری بندھی ہوئی تھی، جس کے آگے کافی سارا چارہ پڑا ہوا۔ اس کے سامنے مٹی کا ایک بڑا سا کونڈا دھرا ہوا تھا، جس میں وہ پورے جذب سے اس بھنگ کی طرف متوجہ تھا۔ میں اس کے قریب چلا گیا تو اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔

''بابا! مجھے پیاس لگی ہے، پانی تو پلاؤ۔''

ملنگ نے ہاتھ روک کر میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ چند لمحے میری طرف دیکھتا رہا، پھر بولا۔

''جو پانی تھا وہ میں نے اسے ہنڈے میں ڈال لیا، اب میرے پاس تو یہی ہے، اگر تم چاہو تو یہ پی لو۔'' اس نے طنزیہ لہجے میں بھنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جیسے مجھے وہ پینے کے لیے اکسا رہا ہو، اسی لیے میں نے پوچھا۔

''کیا یہ کوئی خاص شے ہے جو میں پی نہیں سکتا؟''

''یہ بھنگ ہے جو میں گھوٹ چکا ہوں۔شاید یہ تیرے جیسے لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے۔''

''کیا ہوتا ہے اس سے؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہونا کیا ہے، نشہ کر دیتی ہے یہ بھنگ ، یہ میری طرح کے رند ہی پی سکتے ہیں۔'' اس ملنگ نے یوں کہا جیسے میری اس کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں ہو۔

''مجھے تمہاری بھنگ سے کوئی غرض نہیں ہے، اور نہ اس کے نشے سے کوئی مطلب ہے، میں تو اسے پانی سمجھ کر پی لوں گا، دیتے ہو کیا مجھے؟''

''ہاں ہاں' آؤ بیٹھو، یہاں میرے سامنے۔'' اس ملنگ نے پھر اسی استہزائیہ لہجے میں کہا تو میں آگے بڑھ کر اس کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا ۔ ہمارے درمیان کونڈا دھرا ہوا تھا، جس میں لبالب بھنگ پڑی ہوئی تھی۔اس نے بڑی نفاست سے مٹی کا پیالہ اٹھایا، اسے لبالب بھرا اور ایک ہی سانس میں پی گیا۔دوسرا بھرا اور میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

''یہ لو جامِ فلک سیر......لیکن فلک سے گر نہ جانا یہ رندی کی توہین ہے۔'' اس نے مجھے یوں متنبہ کیا جیسے وہ مجھے گرانے پر تلا ہوا ہو۔ میں نے وہ مٹی کا پیالہ پکڑا اور اس میں پڑی ''فلک سیر'' کو پی گیا۔اب اس کی باری تھی۔اس نے پیالہ بھرا اور پی گیا۔اس طرح ہم نے چار چار پیالے ایک گھنٹے میں لیے ختم کر لیے۔ملنگ کی آنکھیں سرخ بوٹی کی مانند ہو چکی تھیں۔وہ جھومنے لگا تھا تو مجھے احساس ہو گیا کہ اب یہ پورے نشے میں ہے۔آدھے سے زیادہ کونڈا بھنگ سے بھرا ہوا تھا۔میں اس کے جھومنے پر مسکرا دیا اور پوچھا۔

''بابا جی کہاں پر ہو، کون سا آسمان ہے؟''

ملنگ نے بمشکل آنکھیں کھولیں اور نیم باز آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور نشے میں لتھڑے ہوئے لہجے میں بولا۔

''میں ایک نیا آسمان بنا رہا ہوں......'' وہ اس سے زیادہ کچھ کہہ ہی نہیں سکا۔تب میں نے کہا۔

''بابا جی! آپ اکیلے اکیلے ہی نیا آسمان بنا رہے ہیں، مجھے بھی ساتھ میں شامل کر لو۔''

ملنگ میری بات سن کر چونک گیا۔اس نے سر جھٹکتے ہوئے پوچھا۔

''کیا تمہاری سیر ابھی شروع نہیں ہوئی؟''

''نہیں بابا جی میری تو ابھی تک پیاس بھی نہیں بجھی، میں نے سیر کیا خاک کرنی ہے۔اگر اجازت دیں تو یہ باقی پڑی فلک سیر پی لوں یا ابھی آپ پئیں گے؟''

اس نے لاچاری والے انداز میں ہاتھ ہلا کر اجازت دیتے ہوئے کہا۔

''اب اس سے زیادہ پینے کی میری گنجائش نہیں ہے، تم اگر پی سکتے ہو تو پی لو۔''

میں نے ایک بار پھر اس گرتے ہوئے ملنگ کو دیکھا، پھر پیالے اور کونڈے کو، میں نے کونڈا اٹھایا اور منہ کو لگا کر پینے لگا۔کونڈا خالی کر کے

جب میں نے رکھا تو وہ ملنگ آنکھیں پھاڑے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس سے برداشت نہیں ہو پا رہا تھا۔ لگ رہا تھا کہ میرے پینے سے نشہ اسے ہی ہو گیا ہو۔ وہ حیرت کی انتہا پر تھا، مگر کوئی بات نہیں کر پا رہا تھا، یہاں تک کہ اس کا جھومنا بند ہو گیا اور وہ بائیں کروٹ زمین بوس ہو گیا۔

میں نے ارد گرد دیکھا، مجھے ایک گھڑا دکھائی دیا۔ میں اس گھڑے کی طرف بڑھا تا کہ پانی لے سکوں، مگر وہ خالی تھا۔ میں نے پانی کے لیے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن مجھے پانی نہیں ملا۔ میری نگاہ قریب بندھی ملنگ کی بکری پر پڑی۔ میں نے پیالہ اٹھایا اور بکری کا دودھ دھونے لگا۔ آدھے سے زیادہ پیالہ بھر گیا۔ میں واپس اس ملنگ کے پاس آیا اور دودھ کا پیالہ اس کے ہونٹوں سے لگایا۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور پھر کچھ کہے بنا دودھ پینے لگا۔ پیالہ خالی ہوا تو میں نے الگ رکھ دیا اور انتظار کرنے لگا کہ وہ کب ہوش میں آتا ہے۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد اسے ہوش آ گیا لیکن اس کی حیرت ابھی تک کم نہیں ہوئی تھی۔ وہ کبھی خالی کونڈے کی طرف اور کبھی میری جانب دیکھ رہا تھا۔ اس کے لبوں سے بات نہیں نکل رہی تھی۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس انتظار میں تھا کہ وہ کچھ کہے۔ تبھی اس نے پوچھا۔

''تمہیں کچھ نہیں ہوا؟''

''نہیں۔'' میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا

''یہ کمال تو بلانوش رند کا ہے۔ تم نے اسے کیسے حاصل کیا؟'' اس ملنگ نے عاجزی بھرے لہجے میں پوچھا۔

'میں سمجھا نہیں تم پوچھنا کیا چاہتے ہو اور یہ رند کیا ہوتا ہے؟'' میں نے جان بوجھ کر اس سے سوال کیا

''رند، مطلب وہ جو بلانوش ہو، جو نشے پر قابو پا لے۔'' ملنگ نے کہا۔

''نہیں، میرے نزدیک رند وہ ہوتا ہے جو نشے میں سے ہوش حاصل کر لیتا ہے۔ میرے لیے یہ رندی کوئی معنی نہیں رکھتی۔'' میں نے اسے بتایا تو حیرت سے بولا۔

''لیکن، تمہیں نشہ کیوں نہیں ہوا، جبکہ میں تو چار پیالوں ہی میں اپنا نشہ پورا کر لیا کرتا ہوں۔ اتنی زیادہ تو کوئی برداشت نہیں کر سکتا جتنی تم پی گئے ہو۔''

'تم کیا چاہتے تھے؟'' میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''میں...... میں تمہیں گرانا چاہتا تھا۔ میں نے سمجھا تھا کہ تم ایک دو پیالوں میں گر جاؤ گے۔''

اس کے اعتراف پر میں نے اسے مزید تنگ کرنا مناسب نہیں سمجھا اور پردے ہی میں کہا۔

''مجھے نشہ اس لیے نہیں ہوتا کہ میں نے شرابِ عشق پی ہوئی ہے۔ جو شرابِ طہورہ کے نام سے مشہور ہے۔''

''یہ کون سی شراب ہوتی ہے، میں نے تو سنی نہیں۔ میں یہ پینا چاہتا ہوں تا کہ میں بھی تمہارے جیسا کمال حاصل کر سکوں۔'' اس نے تیزی سے کہا۔ اس کے یوں کہنے پر میں مسکرا دیا اور بولا۔

''یہ ایسے نہیں مل جاتی، اس کے لیے تھوڑا وقت لگانا پڑتا ہے، کیا تم میرے کہنے پر صبر کر سکو گے؟''

''جیسے آپ کہو۔'' اس نے عاجزی سے جواب دیا تو میں نے اسے سختی سے کہا۔

''وہ سامنے بابا مسافر شاہ کا تھڑا دیکھ رہے ہو؟''

اس نے نگاہ اٹھا کر تھڑے کی جانب دیکھا اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''جی جی دیکھ رہا ہوں''

''تو چلو وہاں جاؤ اور روزانہ صبح سے شام تک وہاں جھاڑو لگایا کرو، تیرے نشے کا بندوبست کرتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے میں چلا جاؤں گا۔'' اس نے کافی حد تک بے پروائی میں کہا۔

''نہیں اب تم نہیں بھی جانا چاہو گے تو میں وہاں پر رکھوں گا۔ اٹھو، ورنہ لے جانے والے تجھے یہاں سے لے جائیں گے۔'' میں نے کہا تو وہ میری طرف دیکھنے لگا۔

''جاتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا۔ وہ اپنی چیزیں اٹھانے لگا پھر اس نے اپنی بکری کھولی اور سارا ساز و سامان اکٹھا کر کے کاندھے پر رکھا اور تھڑے کی جانب چل دیا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے ہی تھا۔

ہم واپس مسافر شاہ کے تھڑے پر آ گئے۔ جوگی اور اس کے ساتھ جو لوگ تھے وہ بھی وہیں آ گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کمروں کے نزدیک اپنی جھونپڑیاں لگانا شروع کر دی تھیں۔ میں نے جوگی کو اپنے پاس بلایا اور اس ملنگ کے بارے میں ہدایات دیں۔ اس نے وہ سب غور سے سنا اور عمل کرنے کی یقین دہانی کروا دی۔ تب میں اشفاق کو لے کر وہاں سے گاؤں کی طرف چل پڑا۔

☆ ☆ ☆

ممبئی پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ شام ہو چکی تھی۔ سورج مغرب کی اوٹ چھپنے کو بے تاب تھا۔ تیز ہوا چل رہی تھی۔ ایسے میں بانیتا کور فارم ہاؤس کے ایک لان میں اکیلی ٹہل رہی تھی۔ اس کے ٹہلنے میں اضطراب واضح طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ کسی فیصلے تک پہنچنا چاہتی تھی۔ جسپال سنگھ ایک کمرے میں کھڑا اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ خود بھی ایسی حالت میں تھا۔ وہ فیصلہ تو کر چکا تھا کہ اب جو بھی گیم کرنی ہے، وہ خود ہی کرنی ہے۔ تیواری کا نیٹ ورک پورے ممبئی میں تو نہیں پھیلا ہوا تھا، لیکن بورا ولی میں اسے پوری دسترس حاصل تھی۔ جس طرح اس نے ونود رانا جیسے پولیس آفیسر کے بارے میں سنا تھا اور ملاقات میں اس نے محسوس بھی کر لیا تھا، وہ بندہ یوں تیواری جیسے مجرموں کی لعنت ملامت سنے، ایسا ہو نہیں سکتا تھا، مگر وہ مجبور تھا، سامنے اسے قطعاً جواب نہیں دے پا رہا تھا لیکن اندر ہی اندر وہ اس کے خلاف سرگرم تھا۔ اصل بات جو سوچنے والی تھی، وہ یہی تھی کہ ونود رانا یہ ثابت کر پائے گا کہ جو کچھ بھی ان کے خلاف ثبوت اکٹھے کیے گئے ہیں وہ جعلی ہیں اور جھوٹے ہیں؟ فوری طور پر دماغ اس بات کو ماننے سے انکاری تھا۔ کیا وہ فقط جھانسا دے کر ہمیں استعمال کر رہا ہے یا وہ ایسا کر پائے گا؟ لازمی بات ہے کہ بانیتا کور کے ذہن میں بھی یہی سوال ہوگا، تبھی اس نے اپنے استعمال ہو جانے کی بابت کہا۔ اب انہیں کرنا کیا ہوگا؟ کیا وہ تیواری والے معاملے کو چھوڑ دیں؟ یہودی لابی والے معاملے کو بھول جائیں؟ چونکہ را ان کے پیچھے ہے، وہ یہاں سے نکل جائیں؟ کیونکہ یہاں پر تیواری جیسے بندے سے نپٹنے کے لیے ان کے پاس وہ قوت

نہیں تھی کہ اکیلے گیم کر سکیں۔ دوسری صورت میں وہ دوسرے کے ہاتھوں میں استعمال ہونے پر مجبور تھے۔

ایسے میں اس کے پیچھے نوتن کور آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے باہر بانیتا کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کیا بات ہے؟ تم دونوں اتنا پریشان کیوں ہو؟''

اس پر جسپال سنگھ نے اس کے چہرے پر دیکھا، جہاں سکون پھیلا ہوا تھا، پھر خود پر قابو پاتے ہوئے کہا

''میرے دماغ میں تیواری ہے اس وقت، اس کا دیا ہوا وقت ختم ہونے میں ایک آدھ گھنٹہ ہی رہتا ہے۔''

''تم خوف زدہ ہو اس سے؟'' نوین کور نے کسی تردد کے بغیر کہا تو جسپال نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ بولی۔

''مجھے بتاؤ، کیا کرنا ہے تمہیں؟''

اس پر جسپال نے طویل سانس لی اور بولا۔

''اس کے نیٹ ورک کی مجھے تھوڑی بہت شدبد آ گئی ہے۔ مجھے وہ توڑنا ہے لیکن......''

''وہ اتنی جلدی ٹوٹ نہیں سکتا، تم اکیلے ہر جگہ تو نہیں پہنچ سکتے، ظاہر ہے جب تک پوری معلومات نہ ہو، ان پر اٹیک بے وقوفی ہے، وغیرہ وغیرہ۔''

''تم کہنا کیا چاہتی ہو؟'' جسپال نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''تیرے اور میرے درمیان بانیتا نہیں جمال ہے اور میں نے جمال کے لیے ہی کام کرنا ہے، جو تم سوچ رہے ہو، وہ میں پہلے ہی کر چکی ہوں۔ آؤ میرے ساتھ، میں تمہیں پیپر پر سمجھاؤں کہ تمہیں کرنا کیا ہوگا۔'' یہ کہتے ہوئے نوتن نے بڑے نرم انداز میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ کسی معمول کی طرح اس کے ساتھ چل پڑا۔

چند کاریڈور پار کرنے کے بعد وہ اسے لیے اپنے کمرے میں آن پہنچی۔ اس نے جسپال کو صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود الماری کی جانب بڑھی۔ اس میں سے کچھ کاغذ اور قلم لے کر اس کے پاس آ بیٹھی۔ کاغذ پر کچھ نشان تھے۔ وہ اسے سمجھانے لگی کہاں پر کیا کرنا ہے اور یہ سب کیسے ہوگا، وہ بھی اسے بتا دیا۔

''ڈن ہو گیا، آؤ بانیتا سے......'' جسپال نے جوش بھرے لہجے میں کہا اور اٹھ گیا تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

''یہ کبھی بانیتا کور پر ظاہر نہیں ہونے دینا کہ میں نے تمہیں یہ سب بتایا ہے، میں چاہے کام اسی کے لیے کر رہی ہوں، لیکن یہ سب جمال کے لیے ہے اور میں اسی کے لیے یہ سب کرتی رہوں گی۔ یہ میرا ایٹ ورک ہے۔ جو تمہارے لیے کام کرے گا۔ اُس پر یہی ظاہر ہونا چاہئے کہ یہ سب تم نے کیا ہے، یہ سب تمہاری طاقت ہے۔ تم چاہو تو جانی بھائی کو بھی اپنے ساتھ شامل کر سکتے ہو۔ وہ جوہو کے علاقے کا سب سے بڑا بھائی ہے۔ بانیتا کے پاس صرف زوردار سنگھ کا نیٹ ورک ہے اور اب ٹی ایس، یہ بھی بڑا گروہ ہے، لیکن اس کے اپنے مفاد ہیں۔''

''اوکے۔ میں اپنے مطابق چلوں گا۔'' جسپال نے کہا اور باہر نکل پڑا۔ اس کے انداز میں تیزی اور جلدی تھی۔ اس وقت وہ بانیتا کے پاس پہنچا ہی تھا کہ جانی بھائی کا فون آ گیا۔ اس نے تمہیدی باتوں کے بعد کہا۔

''ارے او وہ جسپال، اماں کدھر ہو، ممبئی میں ہوتے ہوئے تنہائی محسوس کرو، اپنا تو پھر ادھر نہ ہونے کا ہوا نا۔''

''میں بھائی فون کرنے ہی والا تھا۔'' جسپال نے کہا۔

''تو بس بول، کرنا کیا ہے، باقی میں دیکھ لوں گا۔'' جانی بھائی نے پوری سنجیدگی سے کہا۔

''ہم نے مل کر ہی کرنا ہے۔ میں پلان......''

''تم نے جو کرنا ہے کرو، میں ایک لڑکے کا نمبر دے رہا ہوں، اس سے بات کرو اور جو کہنا ہے وہ کہہ دو۔'' یہ کہہ کر اس نے الوداعی بات کی اور فون بند کر دیا۔

''کیا کرنے جا رہے ہو؟'' بانیتا کافی حد تک سمجھ گئی تھی۔ اس نے تجسس سے پوچھا۔

''تم آؤ میرے ساتھ اروند کے پاس۔'' یہ کہہ کر اس نے کوئی بات کہے بنا فون جیب میں ڈالا اور مڑ گیا۔ وہیں اس نے اپنی معلومات کی بنیاد پر پلان ترتیب دینا تھا۔ وہ ایک دم سے جوش میں بھر گیا تھا۔

اس وقت ممبئی پر رات اتر آئی تھی۔ جسپال اور بانیتا فارم ہاؤس سے نکل کر آشا نگر کی طرف جانے کے لیے فور وہیل جیپ دوڑائے چلے جا رہے تھے۔ بانیتا ڈرائیونگ کر رہی تھی۔ جسپال فون ہاتھ میں لیے مسلسل سوچ رہا تھا۔ تیواری کا وہ حویلی نما گھر جواہر نگر کے علاقے میں تلسی جھیل کے کنارے تھا، جس سے کچھ ہی فاصلے پر فلم سٹی کمپلیکس تھا۔ لیکن تیواری کے پیچھے جو دماغ تھے، وہ تین لوگ تھے۔ جو بوراولی ہی کے مختلف علاقوں میں رہ رہے تھے۔ جسپال نے جو پلان ترتیب دیا تھا وہ یہی تھا کہ ایک ہی وقت میں ان تینوں کو اٹھایا جائے۔ ایک طرف نوتن نیٹ ورک کے لوگ تھے، دوسری جانب جانی بھائی کے اور تیسری طرف ٹی ایس کے لوگ۔ اس نے ونود رانا کو بتا دیا تھا کہ کیا ہونے جا رہا ہے۔ وہ پوری طرح اپنے لوگوں کے ساتھ الرٹ تھا۔

وہ پونا جانے والے روڈ پر تھا۔ ڈائمنڈ انڈسٹریل اسٹیٹ کے اسٹاپ پر پہنچ کر سڑک کے دائیں جانب ایک چھوٹا سا پختہ راستہ دھرکھاری گاؤں کی طرف جاتا تھا۔ جسپال کے اشارے پر بانیتا نے جیپ ادھر موڑ لی۔ کافی آگے جا کر جنگل شروع ہو گیا، جہاں سے دھرکھاری گاؤں جدا ہو گیا تھا۔ وہ جنگل میں سفر کرنے لگے۔ دو کلومیٹر سے زیادہ سفر کرنے کے بعد جنگل کے درمیان کافی سارا کھلا میدان تھا۔ اس میدان کی شمال کی جانب ایک بڑا سا سارا گھر بنا ہوا تھا، جس میں لکڑی کا زیادہ کام تھا۔ اس کی دوسری منزل پر روشنی ہو رہی تھی۔ بانیتا نے اس گھر کے سامنے جیپ روک دی۔ وہ دونوں اترے اور بڑے دروازے کو کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ ملگجا سا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ راہداری پار کرتے ہی وہ ایک کھلے ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ سامنے سیڑھیاں تھیں۔ وہ دونوں اس پر چڑھتے چلے گئے۔ وہ سیڑھیاں ایک بڑے سے ہال میں ختم ہوئیں۔ سامنے کمرے تھے۔ جس کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ وہ اس میں داخل ہو گئے۔ سامنے اروند سنگھ، رونیت کور اور نوتن کور کھڑے تھے۔ تبھی نوتن کور بولی۔

''ممبئی میں یہ محفوظ ترین جگہ ہے۔ یہ میں نے کچھ عرصہ قبل خریدی ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ پرسکون وقت گذارنے کے لیے اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے۔ لیکن اب یہی جگہ ہمارے لیے محفوظ پناہ گاہ ہوگی۔ یہیں بیٹھ کر ہم نے سب کچھ کرنا ہے۔''

''رات ہونے کی وجہ سے میں دیکھ تو نہیں پائی، مگر میں اسے گرین ہاؤس کہوں گی۔''

''تم جو مرضی کہو ڈارلنگ۔'' نوتن کور نے کہا۔

''بہت خوب نوتن، مجھے تمہاری ذہانت پر ناز ہے۔'' بانیتا اسے سراہتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گئی۔

مزید دو گھنٹوں میں اپنا سیٹ اپ بنا لیا۔ یہاں تک کہ انکا رابطہ لاہور سے بھی ہو گیا۔ اروند اور جسپال اسکرین کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ اروند اسے بتا رہا تھا۔'' یہ گہرے سبز رنگ کے گول دائرے والے جانی بھائی کے لوگ ہیں اور یہ اپنے ٹارگٹ کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ جو ہمیں یہاں ہلکے سبز رنگ کے دائرے میں دکھائی دے رہا ہے۔ میں ابھی ان کا ویڈیو لنک لیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ کی بورڈ کے ساتھ الجھ گیا اور کچھ ہی دیر بعد اسکرین پر منظر ظاہر ہو گیا۔

وہ گنیش نگر کے علاقے میں ایک کشادہ روڈ پر کھڑے تھے۔ روڈ لائیٹ سے وہاں کافی اجالا تھا۔ جس بندے کے پاس سگنل دینے والی ڈیوائس تھی، وہ باہر نکلا تو ارد گرد کا منظر سمجھ میں آ گیا۔ وہ تین کاروں میں تھے۔ وہ آگے بڑھا اور میں گیٹ کے پاس چلا گیا۔ اس نے بیل دی اور انتظار کرنے لگا۔ چند لمحوں ہی میں ایک سیکورٹی گارڈ نے باہر جھانک کر دیکھا۔ وہ کچھ بھی پوچھ نہیں سکا تھا۔ کسی نے اسے گردن سے پکڑ کر وہیں دبا لیا۔ وہ اندر داخل ہو گئے۔ پورچ کے پاس دو سیکورٹی گارڈ بھاگ کر آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ وہ قریب نہ آ سکے، اس سے پہلے ہی ان کے فائر لگ گیا اور وہ سرمئی سڑک پر جا گرے۔ گیٹ کھل گیا تھا۔ انہوں نے کاروں کی ترتیب جو بھی رکی لیکن وہ اندر ڈرائنگ روم میں پہنچ چکے تھے۔ وہیں ایک بوڑھا سا شخص بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ تبھی نوتن بولی۔

''یہی ہے، پاریل ادت جو اس کی ساری فنانس دیکھتا ہے۔ اس کے گھر میں بہو ہے اور اس کی بیوی باقی سب فارن میں ہوتے ہیں۔''

وہ حیرت سے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ ایک لڑکا آگے بڑھا اور اس نے اسے گردن سے پکڑ لیا۔ پاریل ادت مزاحمت کرنے لگا۔ تبھی لڑکے نے اس کے سر پر زور سے پسٹل مارا۔ وہ ڈھلکتا ہوا بے ہوش ہوتا چلا گیا۔ لڑکے نے اسے اپنے بازوؤں پر سہارا دیا اور باہر کی طرف نکلا۔ وہ بھاگتا چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے پاریل ادت کو لے جا کر کار میں ڈال دیا۔ باقی شاید کسی مزاحمت میں مصروف ہوں گے۔ کچھ دیر بعد وہ ایک روڈ پر چل دوڑے۔ اسی دوران دوسری طرف سے بھی انڈیکیشن ہونے لگی۔ وہ ٹی ایس کے لوگ تھے۔ پہلے والا منظر چھوٹا ہو کر اسکرین کی اوپر کی طرف چلا گیا نیا منظر سامنے آ گیا۔

وہ پیٹر وادی کے علاقے کے ایک بار میں تھے۔ رنگ برنگی روشنیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ مختلف لوگ ناچ رہے تھے۔ کچھ صوفوں اور کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک کونے میں ایک جوان العمر شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس دائیں بائیں دو نیم برہنہ لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ ان میں کھویا ہوا تھا۔

''یہ بمل راج ہے، جو اس کی ساری غنڈہ گردی کو دیکھتا ہے۔ یہی بندہ اس کی طاقت ہے۔'' نوتن نے بتایا

''حیرت یہ ہے کہ یہ یہاں بیٹھا ہے، اسے تو......'' بانیتا نے کہنا چاہا تو وہ بولی۔

''اسے ابھی تک روکا گیا ہے پولیس اگر آج رات تک گوپال نند کو تلاش نہ کر سکی تو یہ کرے گا۔ لیکن اس کے لوگ شہر میں پھیلے ہوئے ہیں۔

اور یہ باران کا سب سے بڑا ٹھکانہ ہے۔"

"ٹی ایس کے لوگ بڑی خطرناک جگہ جا پہنچے ہیں۔" جسپال کے منہ سے بے ساختہ نکلا

"وہ تو ہے، لیکن ابھی دیکھنا" نوتن نے کہا تو وہ سب اسکرین کی طرف دیکھنے لگے۔ بمل راج کو کسی نے مخاطب کیا تو اس نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ پھر لمحہ بھر بات سننے کے بعد اس کے چہرے پر غصے کے آثار واضح ہو گئے۔ وہ ایک دم سے اٹھ گیا اور تیزی سے اس کی جانب بڑھا۔ وہ چلتا چلا جا رہا تھا۔ یوں دکھائی دے رہا تھا کہ وہ باہر جا رہا ہے۔ وہ بار کے کاریڈور میں تھا، تبھی کسی نے اس کے سر پر ریوالور کا دستہ مارا، اس میں قوت برداشت تھی کہ وہ ضرب کھا کر گرا نہیں بلکہ ایک دم سے پلٹا۔ تب تک اُسے دوسری ضرب پڑ چکی تھی۔ وہ لڑکھڑا گیا۔ کسی نے اسے سہارا دے دیا۔ اچانک وہاں پر فائرنگ ہونے لگی۔ شور اور چیخوں کی آواز بڑھ گئی۔ کچھ دیر ہی میں منظر بدل گیا۔ وہ باہر سڑک پر تھے اور کار بھاگنے لگی تھی۔ اروند سنگھ نے وہ منظر بھی اسکرین کے اوپر چھوٹا کر دیا۔ پہلے والے منظر پر بھی بھاگتی ہوئی سڑک نظر آ رہی تھی۔

تیسرا منظر واضح ہو گیا تھا۔ وہ کرشنا کالونی کا علاقہ تھا۔ وہاں ایک گلی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بوراویلی کا پرانا علاقہ تھا۔ گلی کی نکڑ پر کافی لوگ بیٹھے ہوئے تھے، وہ جوان سا بندہ تھا جس سے جا کر نوتن کور کے لوگ باتیں کرنے لگے۔ وہ کافی حد تک سکون سے باتیں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اٹھ گیا۔

"یہ ہردیک پوڑوال ہے، تیواری کے سیاسی معاملات اور میڈیا کے مسئلے یہی حل کرتا ہے۔ یہ خود ایک اچھا صحافی ہے، تیواری نے اسے غربت کے باعث خریدا ہوا ہے۔"

"اب دیکھیں اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟" بانیتا بڑبڑائی۔ تب تک کچھ لوگ اس کے اردگرد اکٹھے ہو چکے تھے۔ اچانک ہردیک پوڑوال کو کسی نے دھکا دیا۔ وہ منظر سے ہٹ گیا۔ سامنے کھڑے لوگ ہکا بکا تھے۔ کیمرہ تیزی سے حرکت میں آیا، وہ بھی وین میں داخل ہو گیا۔ وین میں ہردیک پوڑوال نیچے پڑا ہوا تھا۔ اور وہ بھاگے جا رہے تھے۔

"چل بانیتا نکل۔" جسپال نے تیزی سے کہا اور کمرے سے نکلتے چلے گئے۔ وہ بھاگتے ہوئے نیچے آئے اور باہر نکل کر فور وہیل میں جا بیٹھے۔ جسپال نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی اسے سٹارٹ کیا اور یوٹرن میں واپسی کی طرف پلٹا اور رفتار بڑھا دی۔

وہ پونا سے ممبئی کی جانب چل نکلا تھا۔ ایک اسٹاپ سے ذرا آگے نکل کر وہ سڑک سے اتر گیا اور کچے راستے پر گاڑی بھگاتا ہوا چلتا چلا گیا۔ وہاں بھی ایسا ہی ایک گھر تھا لیکن وہ چھوٹا تھا اور سارا لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اس کے پاس ہی ایک ندی بہہ رہی تھی، جس کا پانی ایک آبشار سے گرتا تھا۔ اس نے جا کر وہاں جیپ رُوک کر ہیڈ لائیٹس بند کر دیں۔ ایک دم سناٹے نے انہیں گھیر لیا۔ وہ دونوں نیچے اترے اور اس گھر کی جانب بڑھے۔ جیسے ہی انہوں نے دروازہ کھولا، اندر روشنی ہو گئی۔ دو نوجوان ہاتھوں میں گنیں پکڑے الرٹ تھے۔ یہ سارا بندوبست نوتن کور کا تھا۔ یہ سارے لوگ اسی کے نیٹ ورک سے متعلق تھے۔ جسپال نے وہاں کی صورت حال کے بارے میں پوچھا تو ایک نوجوان نے بتایا کہ اردگرد پوری سیکورٹی موجود ہے۔ ان کی مرضی کے بغیر کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکے گا۔ وہ کافی حد تک مطمئن ہو گیا۔ وہ ایک بات اوپر گیا، نیچے ٹہلتا رہا یہاں تک کہ اس کے سیل فون پر ان

تینوں کی آمد کے بارے میں اطلاع دے دی گئی۔ یہ اطلاع وہاں کے سیکورٹی چیف کو بھی مل گئی تھی۔ وہ الرٹ ہو گئے۔ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ایک ہائی ایس وین وہاں آ گئی۔ وہ اس طرح آ کر کھڑی ہوئی کہ وین اور گھر کا دروازہ آمنے سامنے تھا۔ وین میں فقط چار آدمی تھے۔ وہ تینوں، جنہیں اغوا کیا گیا تھا اور ایک جوان گورال، پانچواں ڈرائیور تھا۔ وہ تینوں بے ہوش تھے۔ جنہیں جلد ہی گھر کے اندر پہنچا دیا گیا۔ جسپال اس شخص پر بہت خوش تھا، جس نے ان تینوں کے اغوا کو منظم کیا تھا۔ اتنے لوگوں کا رش اس نے کہیں راستے ہی میں ختم کر دیا تھا۔ وہ اسی سے رابطے میں تھا،

ان تینوں کو اس گھر میں موجود بڑے سارے تہہ خانے میں ڈال دیا گیا تھا۔ ساتھ آیا نوجوان گورال انہیں ہوش میں لا رہا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ ہوش میں آ گئے۔ جس نے بھی آنکھ کھولی اس نے اپنے سامنے کھڑے، بانیتا اور گورال کو پایا۔ سب سے پہلے بمل راج نے اکھڑ لہجے میں سوال کیا۔

''کون ہو تم لوگ اور ہمیں یہاں کیوں لائے ہو؟''

بانیتا آگے بڑھی اور پوری قوت سے جوتے کی نوک اس کے منہ پر دے ماری۔ وہ بلبلا اٹھا۔ دوسرے سہم گئے۔ تبھی وہ گورال آگے بڑھا اس نے بھی ایک ٹھوکر اس کی پسلیوں پر ماری۔ وہ چند لمحے اکٹھا ہو گیا۔ شاید اسے سانس لینے میں دشواری محسوس ہو رہی تھی۔ تبھی بانیتا آگے بڑھی اور اس نے تینوں کی طرف دیکھ کر سرد سے لہجے میں کہا۔

''تیواری، صرف تیواری کے بارے میں بات ہوگی۔ اس کے علاوہ صرف موت مل سکتی ہے۔ سمجھے یا نہیں؟''

''کیا چاہتی ہو تم؟'' بوڑھے پاریل ادت نے پوچھا۔

''تیواری کے وہ سارے کالے کارنامے، جو اس نے تم لوگوں کے ذریعے کیے ہیں۔ تم نہیں بتاؤ گے تو کوئی اور بتا دے گا لیکن تم لوگوں کا فقط اتنا نقصان ہوگا کہ تم لوگوں کے گھر کا ہر ہر فرد ایک ایک کر کے مار دیا جائے گا اور آخر میں تم لوگ مار دیئے جاؤ گے۔ تمہاری ہڈیاں اسی تہہ خانے کے کچے فرش میں دبا دی جائیں گی۔ اب فیصلہ تم لوگوں نے کرنا ہے کہ کیا چاہتے ہو تم لوگ؟'' بانیتا نے کسی دوسرے درجے کی فلم کے ولن کی مانند کہا۔

''تم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی ہو......'' بوڑھے پاریل ادت نے کہا۔

''تمہارے لیے نہ سہی، لیکن اتنا تو پتہ چلا کہ اتنی گہری وفاداری ہے کہ اپنے بچے بھی اس پر......''

''نہیں، تم غلط سمجھی ہو، ہم بتا بھی دیں تو اس نے کوئی جرم کیا ہی نہیں، جب اس نے جرم کیا ہی نہیں تو ثابت کیا ہوگا۔ ہم نے کیا ہے سب، سارے سیاست دانوں کے فرنٹ مین ایسا ہی کرتے ہیں۔ کوئی عدالت اسے سزا نہیں دے سکتی۔'' اس بار اس کا لہجہ مایوسی بھرا تھا۔ لیکن اس سے یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ بہت گھاگ قسم کا بندہ ہے۔

''غلط کہتے ہو تم۔'' سیڑھیوں سے اُترتے ہوئے جسپال نے کہا تو سبھی نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ سبھی اسے دیکھنے لگے تھے۔ وہ ان کے قریب آ کر بولا۔

''دراصل تم سب بھڑوے ہو۔ دلال، دھرتی کو ماتا مانتے ہو اور اپنی ماں ہی کا سودا کرنے والے دلال، ماں بیچنے والے۔'' یہ بات سن کر بمل راج غصے میں پاگل ہو گیا۔ اس نے انتہائی نفرت اور حقارت سے کہا۔

''تمہیں یہ بہت مہنگا پڑے گا''

لفظ اس کے منہ ہی میں تھے کہ بانیتا نے پہلے کی طرح ایک زوردار جوتے کی نوک اس کے منہ پر ماری۔

''کوئی بھی کسی کو باندھ کر مار سکتا ہے، میرے ہاتھ پیر کھولو تو میں تمہیں بتاؤں۔'' وہ زور سے چیختے ہوئے بولا۔

''شرط یہ ہے کہ جو ہار مان جائے، دوسرا اسے قتل کر دے گا۔'' بانیتا نے کچھ اس طرح کہا کہ بھی نے ایک دفعہ اسے دیکھا تب تک اس نے گورال کو اسے کھولنے کا اشارہ کر دیا۔ بمل راج کے ہاتھ پیر جیسے ہی کھلے، وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بانیتا نے اسے پوری طرح اٹھنے ہی نہیں دیا اور لات گھما کر اس کی کمر پر دے ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دیوار تک گیا۔ بانیتا اسے مارنے کو لپکی، لیکن وہ بجلی کی سی سرعت سے پلٹا اور اس نے ایک کھڑی ہتھیلی بانیتا کی گردن پر ماری۔ وہ ہل گئی۔ اس نے وہ لمحہ ضائع نہیں کیا، اس نے بیچ ماتھے کے درمیان میں مارا۔ وہ گھوم کر زمین پر گری، تبھی وہ اسے پکڑنے کے لیے لپکا، یہی اس کی غلطی تھی۔ بانیتا ایک طرف ہٹ گئی وہ زمین پر آن رہا۔ اس نے دونوں ہاتھ باندھے اور اس کی گردن کی پچھلی طرف پوری قوت سے مارے۔ وہ بالکل ہی زمیں بوس ہو گیا۔ اس کے ساتھ ایک ٹھوکر اس کی پسلی میں ماری۔ وہ تڑپ کر اٹھنے لگا مگر وہ بانیتا ہی کیا جو اب اسے اٹھنے دیتی۔ وہ وحشیوں کی مانند اس پر پل پڑی۔ بمل بے ہوش ہو گیا۔ اس نے کالر سے پکڑ کر اٹھایا لیکن وہ نہیں اٹھ سکا۔ وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے الگ ہو گئی۔ جوان آگے بڑھا اور وہ اسے ہوش میں لانے لگا۔ کچھ دیر بعد اسے ہوش آ گیا تو وہ نہایت غصے میں بولی۔

''کوئی بھی حلال زادہ غنڈہ گردی نہیں کرتا، امیروں کا کتا بن کر غریبوں پر نہیں بھونکتا۔ اس کے خون میں شک ہوتا ہے جو کمزوروں پر ہاتھ اٹھاتا ہے۔ اٹھ، اب بتا، کس طرح مرنا چاہے گا بول۔''

وہ اسے مارے جا رہی تھی اور انتہائی وحشت سے کہتی جا رہی تھی۔ تبھی جسپال نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''نہیں، اسے مارنا مشکل نہیں ہے، اسے چھوڑ دو۔'' یہ کہہ کر اس نے بمل راج کو اس سے چھڑا لیا۔ وہ بے دم سا زمین پڑا تھا۔ چند لمحے یونہی خاموشی میں گذر گئے تو وہ بولا۔

''پاریل جی، تم جانتے ہو کہ تیواری نے دو پولیس آفیسر مارے ہیں اور اب تیسرے کی باری ہے۔ اس کے جرائم کی لسٹ بہت بڑی ہے۔ اور......''

''مگر تم کچھ بھی ثابت نہیں کر پاؤ گے۔'' بوڑھے پاریل نے کہا۔

''تو جس نے کیا، اسے تو سزا ملنی چاہئے نا، مثلاً تمہیں اور تیرے ان سب کو جنہوں نے اس کے ساتھ وفاداری کرتے ہوئے بے گناہ لوگوں پر ظلم کیا۔'' جسپال نے کہا تو اس پر پاریل خاموش رہا۔ کوئی کچھ نہیں بولا تو اس نے کہا، ''تیواری اور تم جیسے سب لوگ اب میری ہٹ لسٹ پر ہیں۔ مجھے اب ثبوت بھی نہیں چاہیے، میں صفائی چاہتا ہوں۔ تم لوگ اگر قانون سے کھیل سکتے ہو تو تمہارے باپ بھی ادھر ہی رہتے ہیں۔ تم لوگوں نے دولت کمانے کے لیے ہر چھوٹا بڑا جرم کیا، جس نسل کے لیے تم نے دولت لوٹی ہے، وہ دولت استعمال کرنے والی نسل ہی نہیں رہے گی۔ اس دولت کا کوئی والی وارث نہیں ہوگا۔ ایک ایک فرد مار دوں، تم جیسے بے غیرتوں کی نسل ختم کرنا ہوگی، سانپ ہو یا سنپولیا۔ ایک ہی چیز ہیں۔''

وہ بہت زیادہ ہی جذباتی ہو گیا تھا۔ اس نے بوڑھے پاریل کی کے بڑھاپے کی پروا کیے بغیر اسے اٹھایا اور پوری قوت سے دیوار میں دے مارا۔ وہ دیوار کی جڑ میں بے دم سا ڈھیر ہو گیا۔ تبھی وہ ہردیک پوڑوال کی طرف بڑھا۔ وہ پرسکون تھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے جسپال کو روکتے ہوئے کہا۔

''میرے پاس تیواری کے وہ ثبوت ہیں، جن کے بارے میں تم لوگوں کو ہوا بھی نہیں لگ سکی، میں وہ ثبوت دے دیتا ہوں، لیکن کیا گارنٹی ہے کہ تیواری سزا پا لے گا، مجھ پر یا میرے خاندان پر کوئی عتاب نہیں آئے گا، کرپٹ پولیس والے مجھے جگہ جگہ تنگ نہیں کریں گے، حتیٰ کہ میں کسی کتے کی طرح کسی سڑک پر مر جاؤں گا اور میری لاش بھی کوئی نہیں پہچان پائے گا۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو ہردیک، ہوتا یہی ہے، سیاست میں گند اتنا پھیل چکا ہے کہ اس کی سڑاند سے ہر آدمی کا دماغ جل رہا ہے۔ کہیں سے تو یہ گند صاف کرنا ہے، مجھے ثبوت دو اور جو تم چاہتے ہو، میں وہی کرنے کو تیار ہوں۔'' جسپال نے حتمی انداز میں کہا۔

''صرف یہ پتہ نہ چلے کہ یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔'' اس نے سکون سے کہا۔

''ڈن ہو گیا۔'' اس نے حتمی انداز میں کہا۔

''وہ میرے پاس یہاں تو نہیں ہے۔ کچھ ویڈیوز ہیں، دستاویزی ثبوت ہیں اور وہ کچھ جو ابھی سمجھ میں آ رہا لیکن ہو رہا ہے، اس پر ہاتھ ڈالا جا سکتا ہے۔'' ہردیک نے کہا تو جسپال نے چند لمحے سوچ کر کہا۔

''تمہیں اپنے کسی پر اعتماد ہے؟''

''ہاں، میرا ایک دوست یہ سب کچھ لا سکتا ہے۔'' اس نے تیزی سے جواب دیا تو جسپال نے اپنا سیل فون نکالا اور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

''لے یہ بات کر۔''

ہردیک نے فون پکڑ لیا۔ اس نے نمبر ملائے اور اپنے کسی دوست سے بات کرنے لگا۔ اسپیکر آن تھا، ان کے درمیان ہونے والی گفتگو وہ سن رہے تھے۔ اس کا دوست پریشان تھا کہ وہ کدھر ہے؟

''یہ پریشانی چھوڑو کہ میں کہاں، کیونکہ مجھے خود نہیں معلوم یہ جگہ کون سی ہے اور وہ لوگ کون ہیں؟''

''کوئی اتا پتا، کوئی اندازہ ہے پولیس کو......''

''نہیں، پولیس کو قطعاً نہیں بتانا اگر تم میری زندگی چاہتے ہو تو۔ پولیس کو ہرگز اطلاع نہ دی جائے۔ ورنہ میں مر جاؤں گا۔''

''تو پھر میں کروں، مجھے بتاؤ۔'' اس کے دوست نے بے چارگی سے کہا۔

''دیکھو، تم میرے گھر جاؤ، میرے کمرے میں جو میری الماری ہے اس میں ایک سیاہ رنگ کی فائل پڑی ہوگی، کافی موٹی ہے۔ وہ اٹھاؤ اور باہر نکلو۔'' یہ کہہ کر اس نے جسپال کی طرف دیکھا تا کہ معلوم کر سکے کہ آگے کیا کرنا ہے۔ جسپال نے اسے اشارہ کیا کہ بس۔ تب اس نے اپنے دوست سے کہا۔

''پھر اسی نمبر سے جیسے کہا جائے ویسا ہی کرنا۔''

''میں کرتا ہوں لیکن وہ لوگ......''اس کے دوست نے کہا تو ہردیک تیزی سے بولا۔

''اگر تم میری زندگی چاہتے ہو تو یہ فوراً کرو۔''

''او کے۔''اس نے کہا تو فون بند کر دیا گیا۔وہ بات کر چکا تو اس نے بانیتا سے کہا۔

''اب تیری زندگی کا انحصار اس فائل پر ہے۔''یہ کہہ کر اس نے جسپال کی طرف دیکھا۔اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے سمجھایا اور واپس اوپر جانے کے لیے پلٹ گیا۔

آدھے گھنٹے سے بھی کم وقت میں جسپال کے سیل فون پر ہردیک کے دوست کی کال آ گئی۔اس سے پہلے جسپال نے ونود رانا سے رابطہ کر لیا تھا۔ونود رانا کے چند اہم بندے اس جگہ پہنچ گئے، جہاں سے ہردیک کو اٹھایا گیا تھا۔وہ بغیر وردی میں تھے۔اس کے قریب ہی ایک سنسان جگہ پر انہیں ملنا تھا۔اگلے پندرہ بیس منٹ میں وہ مرحلہ بھی طے ہو گیا اور کچھ دیر بعد وہ فائل ونود رانا کے پاس پہنچ گئی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد جسپال کو ونود رانا کی کال ملی۔وہ بہت پرجوش تھا۔

''بہت خوب جسپال، اگرچہ اس کے جرائم سے کہیں کم یہ ثبوت ہیں لیکن اس پر ہاتھ ڈالنے کے لیے کافی ہیں۔تم نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔اب تمہیں صبح تک انتظار کرنا ہوگا۔''

''کوئی بات نہیں، میں انتظار کر لوں گا۔لیکن میری ایک خواہش ہے۔''جسپال نے کہا۔

''بولو۔''اس نے ممنونیت سے پوچھا۔

''جب بھی اسے گرفتار کرنے کے لیے جایا جائے، مجھے ضرور ساتھ لے جائیں۔''اس نے کہا تو ونود رانا چند لمحے خاموش رہا پھر ایک دم سے بولا۔

''ٹھیک ہے۔لیکن میں تمہیں اس کے گھر نہیں لے کر جاؤں گا، تھانے لے جانے سے پہلے کچھ دیر ملاقات کروا دوں گا۔''

''یہ زیادہ بہتر رہے گا۔''جسپال نے کہا۔

''میری کال کا انتظار کرنا۔''ونود نے کہا اور فون بند کر دیا۔جسپال نے فون جیب میں رکھا اور مسکرا دیا۔

رات کا پچھلا پہر چل رہا تھا۔جسپال اور بانیتا ابھی تک وہیں تھے جہاں ان تینوں کو رکھا ہوا تھا۔جسپال شدت سے ونود رانا کی کال کا انتظار کر رہا تھا۔اس کے سامنے ہردیک بیٹھا ہوا تھا۔اس کے دل میں تیواری کے لیے شدید نفرت تھی۔باتوں باتوں میں اس نے بتایا تھا کہ غربت میں اس کے پاس سوائے جرائم کی زندگی اختیار کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔مگر اس کا ضمیر ہر وقت ملامت کرتا رہتا تھا۔دو برس پہلے اس کے غنڈوں نے اس کے ایک دوست کو صرف اس لیے مار ڈالا کہ الیکشن میں اس نے بھرپور مخالفت کیوں کی تھی۔تب سے اس نے سوچ لیا کہ وہ صحافی تو بن ہی چکا ہے، کیوں نا تیواری سے انتقام لیا جائے۔وہ رسک لے چکا تھا۔لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی سوچ چکا تھا کہ اگر اس میں اسے ناکامی ہوئی تو اس کا ارادہ

تھا کہ وہ تھائی لینڈ کی طرف نکل جائے گا۔ وہ اسی پر بات کر رہے تھے کہ ونو درانا کا فون آ گیا۔ جسپال نے رسیو کیا تو وہ بولا۔

''کتنی دیر میں آ سکتے ہو؟''

''کہاں آنا ہو گا۔''

''وہیں جہاں ہم ملے تھے۔ اس کے قریب ہی۔''

''ایک گھنٹہ تو لگ سکتا ہے۔''

''کہیں تم وہیں تو نہیں ہو، جہاں وہ ابھی تک ہیں۔''

''وہیں ہوں۔'' میں نے بتایا تو اس نے کہا۔

''تمہیں شاید زیادہ وقت لگ جائے۔ تم سیدھے بوراویلی پولیس اسٹیشن کے پاس آ کر مجھے کال کرو۔''

''میں آ رہا ہوں۔'' جسپال نے کہا اور بانیتا کو فون کیا۔ وہ ان تینوں کو وہاں موجود گورال کے سپرد کر کے فوراً ہی آ گئی۔ بانیتا نے اروند کو فون کیا تا کہ وہ ہمیں گائیڈ کر سکے اور وہاں سے نکل پڑے۔ وہ چالیس منٹ سے بھی کم وقت میں بوراویلی پولیس اسٹیشن کے پاس ایک چوک میں آ کر رک گئے۔ وہاں سے اس نے کال کر کے ونو کو بتایا تو اسے کافی حیرت ہوئی کہ وہ اتنی جلدی کیسے پہنچ گیا۔

''اچھا کیا تم جلدی پہنچ گئے ہو، یہیں اسی چوک سے ٹرن لو بائیں جانب، آگے دو گلیاں چھوڑ کر تیسری میں بائیں جانب ہی گلی میں آ جاؤ۔ میں باہر ہی ہوں۔'' اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

وہ وہاں پہنچے تو ونو گلی کی نکڑ پر ہی تھا۔ وہ وردی میں نہیں تھا۔ اس نے کار وہیں کھڑی کرنے کو کہا اور اپنے ساتھ پولیس وین میں بٹھا لیا۔ ایک بار بانیتا نے میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں یہی تھا کہ کہیں یہ پولیس والے ہمیں دھوکے سے بڑے آرام کے ساتھ لے کر تو نہیں چلے۔ ہم تیواری کا شکار کر رہے تھے اور تیواری ہمارا شکار کر لے؟ میں نے رسک لینے کا فیصلہ کیا۔ وہ مختلف سڑکوں اور گلیوں میں سے بھگاتا ہوا ایک پرانی بلڈنگ میں لے گیا۔ جس کے سامنے کافی گند تھا اور نشئی قسم کے لوگ سوئے پڑے ہوئے تھے۔ ہم تینوں اندر چلے گئے۔ دوسری منزل پر ایک کمرے میں خاصا کاٹھ کباڑ پڑا تھا۔ دھول بھی خاصی تھی اور ایک خاص طرح کی چراند پھیلی ہوئی تھی۔ وہیں چند لوگ یوں بیٹھے ہوئے تھے جیسے کوئی پانڈی کام سے تھکے ہارے ہوں۔ اس کے اندر سے ایک مزید کمرہ کھلتا تھا۔ وہ انہیں وہاں لے گیا۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے، سامنے ایک کرسی پر تیواری بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ غضب ناک تھا۔ اس کے ساتھ دو گرانڈیل گارڈ کھڑے تھے۔ ونو نے جاتے ہی بڑے ادب سے کہا۔

''جناب کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے......'' لفظ اس کے منہ ہی میں رہ گئے تھے کہ تیواری انتہائی غصے میں اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

''انہیں تم ایسے ہی لے آئے ہو، ان کی ٹانگیں اور بازو کیوں نہیں توڑے تم لوگوں نے، کیا وہ تینوں آ گئے ہیں، جنہیں یہ اغوا کر کے لے گئے تھے۔''

اس کے یوں کہنے پر بانیتا اور جسپال نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ بانیتا کی آنکھوں میں یہی تھا کہ کیا میں نے تمہیں پہلے نہیں اشارہ

دیا تھا کہ ونود ہمارے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے۔ اس نے بھی ڈبل گیم کھیلی تھی۔ ایک طرف تیواری کے خلاف ثبوت لے لیے اور دوسری طرف انہیں لے جا کر تیواری کو خوش کر دیا۔ جسپال کے بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ وہ ایسے تو ان کے ہاتھ آنے والا نہیں تھا۔ وہ ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ بانیتا اور اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں طے کر لیا کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی طے شدہ حکمت عملی پر عمل کرتے ونود بولا۔

''سر! وہ تینوں بھی برآمد ہو گئے ہیں۔ وہ انتہائی زخمی حالت میں ہیں۔ انہیں میں نے اسپتال بھجوا دیا ہے، وہاں ان کی ٹریٹمنٹ ہو رہی ہے۔ جیسا آپ نے کہا میں ان سے وہی سلوک کرتا مگر مجھے انہیں آپ کے سامنے بھی تو لانا تھا اور دوسرا میں نے ان کا ڈنگ نکال دیا ہے۔ یہ اب کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ اب آپ جو کہیں میں وہی سلوک ان کے ساتھ......''

''تم بولتے بہت زیادہ ہو۔ خیر انہیں ہمارے حوالے کرو، ہم دیکھیں گے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جا سکتا ہے۔'' اس نے انتہائی نخوت سے کہا تو جسپال بولا۔

''دیکھو تیواری، اگر تم مرد ہو تو اپنی زبان پر قائم رہو، تم نے چوبیس گھنٹوں میں مجھے پکڑنا تھا، وہ تم نہیں پکڑ سکے۔ ہم نے تیرے......''

''اب چپ سالا مرد ہونے کی بات کرتا ہے، ہم یہاں حلف دے کر اس کا پاس نہیں کرتے، وعدوں کی پاس داری کرتے رہے تو کر لی سیاست،'' یہ کہہ کر اس نے اپنے گارڈز کی طرف دیکھا اور بولا۔

''لے چلو انہیں۔'' جیسے ہی وہ آگے بڑھے، ونود نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پسٹل سیدھا کیا اور یکے بعد دونوں کے چہروں کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ وہ گھوم کر فرش پر جا پڑے۔ ونود نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ پورا میگزین ان پر خالی کر دیا۔ تیواری ایک دم حیرت زدہ ہو کر دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا اور اس کی آنکھیں باہر آ گئیں۔

''یہ...... یہ کیا کیا تو نے......؟'' وہ حیرت کی انتہاؤں پر تھا اس لیے لکنت زدہ آواز میں بولا۔

''تم نے بہت بے غیرتی کر لی، تیرے سارے ثبوت میرے پاس آ چکے ہیں۔ وہ تینوں میرے مہمان ہیں اور انہوں نے ہی وہ ثبوت دیئے ہیں۔ میں نے تو تیرے ساتھ کھیل کھیلنا ہے، تو اب میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکتا، اگر تجھے پھانسی نہ بھی ہوئی تو جیل میں تجھے مروا دوں گا۔ پولیس والوں کے قتل ایسے ہضم نہیں ہوتے۔''

''کیا چاہتے ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''ظاہر ہے، تمہاری گرفتاری پر میڈیا میں واویلا اٹھے گا، تمہاری پارٹی اور بے غیرت سیاست دانوں کا وہ کلب جس کے تم ممبر ہو وہ طوفان بدتمیزی اٹھائے گا۔ پورا بھارت ہی نہیں بلکہ دنیا بھی یہ جان لے کہ تم پکڑے گئے ہو۔ سنو یہ سب تمہارے ہی خلاف استعمال کرنے والا ہوں۔ جگجیت بھر بھرے میرے محسن ہیں، ان کے خلاف سوچنے والے کو بھی میں موت کی نیند سلا دیتا ہوں۔''

''تم جو چاہو سو کرو، مگر مجھ سے جلدی بات کرو۔'' شاید اسے یہ احساس ہو گیا تھا کہ ونود اسے مارنے والا نہیں اس لیے جسپال آگے بڑھا اور اس نے اسے گریبان سے پکڑ کے اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔

''تمہیں اگر کوئی غلط فہمی ہے تو دور کر لو، میں تمہارے حلق میں اب بھی گولی مار سکتا ہوں۔ باہر سے کوئی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا۔ وہاں سب اپنے ہی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، جو پہلے ہی تیرے ساتھ آئے قافلے کو کہیں دوسری جگہ لے جا چکے ہیں۔''

یہ کہہ کر اس نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ لڑکھڑا گیا اور فرش پر گر گیا۔

''سنو، میں کیا چاہتا ہوں۔ تمہارے لوگ اس گرفتاری کو محض سیاسی رنگ دیں گے۔ یہ سیاسی رنگ رہ سکتا ہے اگر تم اگلے چوبیس گھنٹوں میں وہ فلم غلط ثابت کرو، جو اپنے ہی لوگوں کے ذریعے تم نے بانیتا تک پہنچائی تھی۔'' ونود نے کہا۔

''اوہ، یہ ہو جائے گا۔'' اس نے تیزی سے کہا۔

''تب تک تم میرے مہمان رہو گے۔ میں تمہاری گرفتاری نہیں ڈالوں گا، بس تم بھی اغوا ہو گئے ہو۔ دوسروں کی طرح۔ واویلا کرو گے تو تمہاری لاش کسی ویرانے سے برآمد کر لی جائے گی۔''

''ونود، تم اسے ایک دن رات رکھنا چاہتے ہو؟'' بانیتا نے پوچھا۔

''ہاں، مگر تم کیوں......''

''کل رات اسے مجھ سے لے لینا۔ یہ مجھے دے دو، مجھے اس سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔''

''دیکھ لو، یہ رابطہ کیسے کرے گا اپنے لوگوں سے؟'' ونود نے لمحہ بھر سوچ کر کہا۔

''یہ میرا دردسر ہے۔'' وہ اعتماد سے بولی۔

''لے جاؤ'' ونود نے کہا تو بانیتا کسی چیل کی طرح اس پر جھپٹی۔ اسے دو چار ایسی لگائیں کہ وہ بے ہوش ہوتا چلا گیا۔ تب تک ونود اپنے لوگوں سے رابطہ کر چکا تھا۔ وہ پولیس کی حفاظت میں تیواری کو وہیں چھوڑ گئے، جہاں وہ پہلے تینوں تھے۔

ز......ز......ز

مغرب سے ذرا دیر بعد میں اماں کے پاس جا پہنچا۔ وہ کمرے میں اکیلی ہی تھیں۔ میں ان کے پاس بیڈ پر لیٹ گیا۔ وہ میرے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگیں۔ کچھ دیر بعد میں نے کہا۔

''اماں! تو نے مجھے بتایا نہیں۔ اتنی بیمار ہو گئی ہو اور......'' میں نے کہنا چاہا تو وہ میری بات پر ٹوکتے ہوئے بولیں۔

''پتر، میں بیمار نہیں ہوں۔''

''اماں یہ ڈاکٹر، سوہنی، تائی یہ سب کیا جھوٹ بول رہے ہیں۔'' میں نے نرم سے لہجے میں کہا تو وہ بولیں۔

''تن کا زخم سب کو دکھائی دے جاتا ہے پتر لیکن جو من میں ہو اسے صرف وہی محسوس کر سکتا ہے، جس کے من میں ہو۔''

''میں سمجھا نہیں اماں؟'' میں نے جان بوجھ کر پوری بات سمجھنے کے لیے پوچھا تو بڑے نرم لہجے میں بولیں۔

''وہ سب سچے ہیں کہ انہیں یہی دکھائی دے رہا ہے۔ لیکن اصل سچائی کیا ہے، یہ تو میں ہی جانتی ہوں نا۔''

''اماں تُو اپنے پتر کو بھی نہیں بتائے گی؟'' میں نے شکوہ بھرے لہجے میں پوچھا۔

''تجھے ہی تو بتانا ہے پتر۔'' یہ کہہ کر وہ چند لمحوں کے لیے یوں خاموش ہو گئیں جیسے کچھ سوچ رہی ہوں۔ پھر جیسے ان کے خیالات مجتمع ہو گئے تو وہ بولیں۔

''اس کائنات میں ہر جاندار شے اپنے ماحول میں خوش رہتی ہے، بعض اوقات تو ماحول پر ہی اس کی زندگی کا دارومدار ہوتا ہے۔ جیسے مچھلی، پانی کے بنا مر جاتی ہے، میری حالت بھی ایسے ہی ہے پتر۔''

''کیا آپ کو یہ ماحول پسند نہیں ہے؟'' میں نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں، بلکہ میں یہاں لمحہ لمحہ مرتی ہوں۔ میرا دم گھٹتا ہے یہاں۔ یہ حویلی چاہے اب سوہنی کے پاس ہے، وہی اس کی مالک ہے لیکن یہاں وہ شخص رہا ہے، جس نے تیرے باپ کو قتل کیا۔ چاہے تم نے اس سے انتقام لے لیا ہے۔ لیکن مجھے تو ہر دم احساس رہتا ہے۔ مجھے ہر دم یہی یاد رہتا ہے۔ میں بھلانا بھی چاہوں تو نہیں بھلا پاتی۔ میں اگر اس ماحول سے الگ ہو جاؤں تو میں ٹھیک ہوں۔ مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔''

''تو پھر الگ کیوں نہیں ہوئیں۔ اتنی اذیت کیوں برداشت کر رہی ہیں، کیا مجبوری ہے آپ کو۔'' میں نے تیزی سے پوچھا۔

''سوہنی ہی کی مجبوری ہے مجھے۔ وہ صرف خدمت گذار ہی نہیں میرے لیے اور بہت زیادہ اہم ہے۔ وہ کیا تھی جب میرے پاس آئی تھی، اور اب کیا ہے، یا تم نے اس میں فرق ہی محسوس نہیں کیا؟''

''اماں! وہ تو ساری کی ساری بدل گئی ہے۔'' میں نے اعتراف کیا

''بس یہی، میں اسے یہ دُکھ کہہ نہیں سکتی اور اس کا بھی تو اب کوئی نہیں ہے۔ میں اب اُسے چھوڑ بھی نہیں سکتی۔'' اماں نے بے چارگی سے کہا۔

''درمیان میں فقط ماحول ہی ہے نا، میں ایسا کرتا ہوں، آپ دونوں کو لندن بھجوا دیتا ہوں۔ وہاں آپ کا علاج بھی ہوگا اور آپ کا ماحول بھی بدل جائے گا، پھر اس کے بعد سوچ لیں گے۔'' میں نے اس کا حل دیا تو وہ سنجیدگی سے بولیں۔

''نہیں پتر، وہاں جا کر تو شاید میں زندہ ہی نہ رہ سکوں، کیا تم سارا کو بھول گئے ہو، جس نے یہاں کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔ تانی کا کون ہے؟ اشفاق کا کون ہے؟ بھیدہ بے چارہ کہاں جائے گا۔ وہ میرے آسرے جی رہا ہے۔ میں ان سب کی ماں بھی ہوں اور باپ بھی۔ پھر وہ سب جن کی اب میں آس ہوں۔''

''تو اماں بتاؤ، میں کیا کروں کہ تو خوش رہے؟'' میں بے چارگی سے پوچھا تو ایسے میں سوہنی اندر آ گئی اور بڑے سکون سے بیڈ کے کنارے پر بیٹھ کر بولی۔

''میں بتاتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ یوں باتیں سننا انتہائی غلط بات ہے۔ لیکن ماں بیٹے کی باتیں میرے کانوں میں پڑیں۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ جمال کے پاس اس کا کوئی حل نہیں ہے۔ سو میں اماں کے ساتھ اسی گھر میں رہوں گی۔ میں خود یہاں گھٹن محسوس کرتی ہوں۔ یہ گھر میں سارا کو دے دوں گی۔ وہ اسے جیسے چاہے استعمال کرے اور اماں اب میں آپ کی کوئی بات نہیں سنوں گی۔'' اس نے حتمی لہجے میں کہا۔

''جیسے تیری مرضی پتر، میں تو زندہ ہی اب تم لوگوں کے لیے ہوں۔'' اماں نے کہا۔

''چلیں آئیں، میں نے کھانا لگوا دیا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ گئی۔ میں نے اماں کو اٹھایا اور باہر چل دیا۔

کھانے کی میز پر سبھی تھے۔ تبھی اشفاق نے میری اور جوگی والی جو ملاقات ہوئی اور جو سانپ والا واقعہ ہوا، وہ سب بتا دیا۔ اس نے ملنگ والی بات شاید اس لیے نہیں بتائی کہ وہاں جو ہوا اس کا گواہ میں اور ملنگ ہی تھا۔ سوہنی اور اماں نے اس واقعہ پر اتنا تبصرہ نہیں کیا لیکن سارا اور تانی چونک اٹھی تھیں۔ انہوں نے بہت سارے سوال کر دیئے۔ میں چپ چاپ سنتا رہا، کھانے کے بعد میں یہی کہہ کر اٹھ آیا کہ میں بتاؤں گا بھی تو تم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔

مجھے احساس تھا کہ تانی مجھ سے بہت کچھ کہنا چاہتی ہے اور میں بھی اس سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے کھانے کے بعد میں اسے ساتھ لیے حویلی کی چھت پر چلا گیا۔ ملگجی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ وہاں کرسیاں اور چارپائیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ہم ان پر نہیں بیٹھے، بلکہ ٹھنڈی اور خمار آلود ہوا کا لطف لیتے ہوئے ٹہلتے رہے۔ وہ مجھے وہاں کے بارے میں بتاتی رہی۔ کافی دیر بعد ہم چارپائیوں پر آ کر بیٹھ گئے تو تانی نے بڑے مان سے کہا۔

''جمال ایک بات پوچھوں؟''

''میں تمہیں یہاں لایا ہی اس لیے ہوں کہ تم جتنی چاہے مجھ سے باتیں کر سکو۔ تمہیں کبھی بھی مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی ہنس دی۔ پھر یک لخت سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔

''میری اس بات کو کسی منفی سوچ میں نہ لینا، میں صرف سمجھنا چاہتی ہوں کہ ایک ہی شے دو جگہ مختلف رنگ کیسے بنا لیتی ہے؟''

''تم کھل کر کہو، کیا کہنا چاہتی ہو؟'' میں نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

''دیکھو، سوہنی بھی تم سے محبت کرتی ہے اور میں بھی، دونوں کی محبت میں کوئی غرض نہیں ہے، انتہائی خلوص ہے اس میں اور میں اپنے بارے میں جانتی ہوں۔ لیکن وہ انتہائی مطمئن ہے، اس کی ذات میں سکون ہے اور میں بے حد بے چین، افسردہ اور تنہائی محسوس کرتی ہوں، یوں سمجھ لو کہ میرا دل ہر وقت بجھا رہتا ہے۔ میں خوش نہیں رہتی ہوں۔ ایسا کیوں ہے؟'' اس نے بہ مشکل اپنی بات کہی۔ جبکہ میں اس کی بات کو سمجھ چکا تھا۔

''تانی! یہ لوگ جب صبح اٹھتے ہیں تو وہ اپنا منہ کیوں دھوتے ہیں۔ حالانکہ اس پر کچھ بھی نہیں لگا ہوتا۔ آفس کے لیے یا کہیں بھی جاتے وقت۔ ہم بہت تیار ہوتے ہیں، اپنی پسند کی خوشبو لگاتے ہیں، یہ خوشبو لگانا، اپنے آپ کو سنوارنا یہ کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''میرے خیال میں ایسا اس لیے کرتے ہیں کہ ہمیں اس میں سکون ملتا ہے، ہمیں ایسا کر کے خوشی ملتی ہے۔'' اس نے جواباً کہا۔

''اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ مست الست رہتے ہیں، انہیں اپنے آپ کو سنوارنے یا خوشبو لگانے جیسا کام نہیں کرتے، وہ کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''میرے خیال میں وہ بھی اسی حالت میں خوش رہنا پسند کرتے ہوں گے۔''

''زندگی کا اصل حاصل اس کی مسرت ہے۔ مسرت کے حصول ہی میں حسن ہے۔ جو بندہ خوش و خرم ہوگا، اس کا چہرہ اس کے اندر کی خوشی کا

اظہار کر دیتا ہے۔'' میں نے کہا تو اس نے پوچھا۔

''وہی تو، ایسا کیوں اور کیسے ہوتا ہے۔''

''اس کا سارا تعلق دل سے ہے۔ مردہ دل ارب پتی ہونے کے باوجود چہرے پر رونق نہیں رکھتا۔ اس میں منفی جذبوں کا فروغ ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ زندگی محض ایک حادثہ ہے۔ وہ معاملے کو عقل کے تقاضوں پر لے جاتا ہے۔ اس میں منفی سوچ کا فروغ پانا عین فطری ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس میں زندگی کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں جو صاحب دل ہوتا ہے اس کے پاس مادی سہولیات بھلے نہ ہو، روپیہ پیسہ بھی کم ہو پھر بھی وہ خوش رہتا ہے اور پورے زمانے کا مقابلہ کر رہا ہوتا ہے۔ اس کی ضرورت دنیا نہیں ہوتی اصل میں ضروریات سے نکلا ہوا ہوتا ہے۔ اس کی زندگی سرشار ہوتی ہے کیونکہ خوشی وجود میں انرجی پیدا کرتی ہے۔ یہ فطری ہے۔''

''مگر یہ سب ہوتا کیسے ہے؟'' تانی نے پوچھا۔

''زندہ دلی محبت کے ساتھ آتی ہے۔'' میں نے کہا وہ چند لمحے خاموش رہی پھر الجھتے ہوئے بولی۔

''کیا میری محبت میں اب بھی تمہیں شک ہے؟ کیا میرے اندر محبت نہیں ہے؟''

''مجھے تمہاری محبت پر کوئی شک نہیں اور نہ ہی انکار ہے۔'' میں نے سکون سے کہا۔

''تو پھر......؟'' اس نے تیزی سے پوچھا۔

''دیکھو محبت پانی کی مانند ہے۔ بے رنگ، بے بو اور بے ذائقہ۔ یہ جس پیمانے میں جائے گی ویسی ہو جائے گی۔ اب دیکھنا یہ ہے وہ پیمانہ کیسا ہے؟'' میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تو وہ بولی۔

''میں سمجھی نہیں؟''

''دیکھو تمہاری محبت صرف میرے ظاہری وجود کے ساتھ ہے اور اسے میری نسبت سے محبت ہے۔ جو کہ حقیقی وجود ہے۔ جو اصل حقیقت کو پالیتا ہے وہ زندہ دل ہے اور جو حقیقت کا انکار کر دیتا ہے وہ مردہ دل ہوتا ہے۔ محبت ہی عشق کا روپ دھارتی ہے اور زندگی نسبت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔''

''یہ کیسے ہوتا ہے۔'' اس نے پوچھا۔

''مسلک عشق اختیار کرنا پڑتا ہے۔ عشق ربّ تعالیٰ کی انسان کو ودیعت ہے۔ کیا جب تک میں ہوں تبھی تک تیرا عشق ہے، محبت ہے، کیا میرے وجود کے ساتھ تیری محبت، تیرا عشق ختم ہو جائے گا؟ نہیں یہ عشق نہیں، عشق تو نا تمام ہوتا ہے۔'' میں نے سمجھایا

''یہ عشق اختیار کیسے ہوگا؟''

''ظاہری عشق تو ظاہری وجود سے ہوتا ہے اس سے انکار نہیں، لیکن انسان کیوں نہ لامحدود عشق اختیار کرے جو باطن کو خود انسان پر عیاں کر دیتا ہے۔ یہ مقصد کے ساتھ ہوتا ہے۔ مقصد جس قدر بلند ہوگا۔ خود انسان بھی اسی قدر بلند ہوتا جاتا ہے۔ آسمانوں سے بلند تر، وہ عشق حقیقی، جو ربّ

تعالیٰ تک براہ راست رسائی دے دے۔"

"یہی تو میں چاہتی ہوں۔ یہ کیسے ہوگا پلیز مجھے بتاؤ۔" اس نے عاجزی سے کہا۔

"سنو۔ جتنا بلند مقصد ہوگا، اس میں جتنا بڑا زخم لگتا ہے، اتنی ہی بڑی خوش نصیبی ہوتی ہے۔ نئی طاقت، نئے زخم اور نئی رسائی کے لیے وجود بھی نیا ہی چاہئے ہوتا ہے اور یہ انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے کہ وہ جب چاہے نیا وجود حاصل کرسکتا ہے۔" میں نے کہا تو وہ سرشاری سے بولی۔

"مجھے کچھ اور بتاؤ یہ کیا ہے"

"قلندر لاہوریؒ کا ایک مصرعہ ہے نا، 'یہ دل مردہ نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ'..... دل تو پہلے بھی زندہ ہی ہوتا ہے۔ یہ مقام جان تک ہے محض جان والا دل مردہ ہے۔ یہ محض حیوانیت ہے۔ اس میں حقیقی زندگی نہیں۔ جب اس میں روحانی زندگی آگے گی تو دراصل اس کا دل زندہ ہو جائے گا۔ جان کا نکھار اس کی روح ہے اس میں جب عشق آئے گا تو روشنی آجائے گی۔ پھر نور علیٰ نور ہے۔ زندہ جسم کا روحانی وجود دل کی طرف راغب ہوتا ہے یہیں سے حقیقی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔" یہ سن کر وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس کی یہ خاموشی طویل ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ کچھ دیر بعد وہ بولی۔

"چلو۔ اب چلتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ اُٹھ گئی۔ ہم دونوں نیچے کی طرف چل پڑے۔

میں ساری رات نہیں سو پایا تھا۔ میں نے نور نگر کے کسی معاملے میں دخل اندازی نہیں کی تھی۔ سب کام ٹھیک چل رہا تھا۔ افضل رندھاوا کا پیغام مجھے ملا تھا کہ وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں نے وہ ملاقات کل پر ٹالی اور اپنے آپ کو ایک کمرے میں مقید کر لیا۔

لاہور سے مختلف اطلاعات آ رہی تھیں۔ انہوں نے چند لوگوں کو نہ صرف تلاش کر لیا تھا۔ بلکہ ان کے بارے میں اہم ثبوت بھی لے لیے تھے۔ یہ ایسے ثبوت تھے کہ اگر انہیں کسی عدالت میں پیش کیا جائے تو تسلیم ہی نہ کیے جائیں۔ لیکن انہی ثبوتوں اور اشاروں کے سہارے پوری جرم کی جڑ تک جایا جا سکتا تھا۔ ہم صبح ہو جانے تک باتیں کرتے رہے۔ نور نگر، کراچی اور لاہور کے درمیان کانفرنس کال چلتی رہی۔ آخر یہی فیصلہ ہوا کہ میں آتا ہوں تو یہ آپریشن شروع کرتے ہیں۔

میں اپنی عادت کے مطابق صبح صبح اٹھا اور باہر نکل گیا۔ نور نگر جاگ اٹھا تھا۔ میں نے اپنے کمرے کی کھڑکی کھولی تو تاحد نگاہ ہریالی ہی ہریالی پھیلی ہوئی تھی۔ میں اس منظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ مجھے بتایا گیا کہ باہر ایک نوجوان جوگی آیا ہے اور وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میرے ذہن میں اسی وقت آ گیا کہ وہ کوئی نہ کوئی مسئلہ لے کر آیا ہوگا۔ میں نے اسے بٹھانے کو کہا اور پورے طرح فریش ہو کر باہر نکلا۔ وہ نوجوان جوگی باہر فرش پر ہی بیٹھا ہوا تھا حالانکہ اس کے پاس خالی کرسی پڑی ہوئی تھی۔ وہ مجھے دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا۔ وہ کل والے ان نوجوانوں میں سے ایک تھا۔

"تم کرسی پر کیوں نہیں بیٹھے ہو۔"

"بس میں کبھی بیٹھا ہی نہیں۔" اس نے مودب لہجے میں کہا۔

"کیسے آئے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے سائیں جی نے بھیجا ہے کہ آپ کو بلا لاؤں۔" اس نے کہا۔

''خیر تو ہے نا؟'' میں نے پوچھا۔

''وہ جو کل آپ وہاں ہمارے پاس ملنگ چھوڑ آئے ہیں نا، اس کے بارے میں بات کرنی تھی سائیں جی نے۔'' اس نے اپنا لہجہ مودب ہی رکھا۔

''کیا بات کرنی تھی۔'' میں نے پھر پوچھا تو وہ بولا۔

''یہ تو وہی جانتے ہیں۔ اگر آپ وہیں چلے آئیں تو، یہی انہوں نے کہا ہے۔''

''ٹھیک ہے ابھی چلتے ہیں۔'' میں نے کہا اور پورچ میں کھڑی کار کی طرف بڑھا۔ کچھ دیر بعد میں اس نوجوان جوگی کو لیے مسافر شاہ کے تھڑے کی طرف چل دیا۔

سورج ابھر رہا تھا جب میں تھڑے کے پاس جا پہنچا۔ رام لعل جوگی میرا منتظر تھا۔ میں کار سے اترا تو وہ سیدھا میرے پاس چلا آیا۔

''حضور۔ آپ کو اس طرح بلانے پر بڑی معافی چاہتا ہوں، میں آپ کو کبھی نہ بلاتا اگر یہ ضروری نہ ہوتا۔'' وہ عادت کے مطابق ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔

''رام لعل کام کی بات کرو نا۔'' میں نے کہا۔

''وہ جو بندہ آپ نے ہمارے ذمے لگایا تھا، میں اس سے بہت تنگ آ گیا ہوں۔'' وہ ندامت سے بولا۔

''تنگ آ گئے، مطلب؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''اگر بات صرف بوٹی کے نشے تک رہتی تو ٹھیک تھا۔ وہ چرس کا بھی عادی ہے۔ میں نے کل سے اسے کچھ نہیں دیا اور نہ ہی اسے کوئی شے استعمال کرنے دی۔'' اس نے بتایا

''اچھا کیا، میں نے تمہیں یہی تو سمجھایا تھا۔'' میں اس کی ساری بات سمجھ گیا کہ وہ اب آگے کیا کہے گا۔

''رات ہوتے ہی اس نے مجھے مجبور کرنا شروع کر دیا کہ اسے بوٹی پینے دی جائے یا پھر چرس ہی دے دوں۔ میں نے کچھ نہیں دیا تو آدھی رات کے وقت اس نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ اس کی ایک ہی ضد تھی کہ یا تو مجھے نشہ دو یا پھر میں اسے اپنا کوئی سانپ ڈسوا دوں۔'' اس نے بتایا

''پھر کیا کیا تم نے؟'' میں نے پوچھا۔

''کرنا کیا تھا، میں نے اسے باندھ کر کمرے میں پھنکوا دیا ہے، بات یہیں تک رہتی تو بھی ٹھیک تھا لیکن.....'' وہ کہتے کہتے رک گیا

''لیکن کیا؟'' میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''وہ فقط ایک ملنگ ہی نہیں، اور کچھ بھی ہے، وہ آپ کا یہاں کے لوگوں کا دوست نہیں ہو سکتا۔'' اس نے انکشاف کیا تو میں مطمئن ہو گیا۔ اسے دیکھ کر جو بے چینی ہوئی تھی، اسے سکون مل گیا۔

''تمہیں کیسے پتہ چلا؟'' میں نے پوچھا۔

''میرا اندازہ ہے، باقی آپ جانیں اور آپ کا کام۔'' رام لعل نے کہا میں خاموش ہو گیا، پھر اس کے ساتھ اس کمرے میں گیا، جہاں وہ پڑا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے کانپ رہا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا کہ وہ اپنے آپ میں نہیں ہے۔ میں نے اس کے بدن پر ہاتھ رکھا تو مجھے برف کی طرح لگا۔ میرا لمس محسوس کر کے اس نے سر اٹھایا اور میری طرف دیکھا اور نہایت دردمندی سے شکوہ بھرے لہجے میں بولا۔

''تم نے بہت ظلم کیا ہے، مجھ پر۔''

''میں نے تجھے کچھ نہیں کہا، تم خود اپنے وجود کے غلام بن گئے ہو۔ تم تو کہتے تھے کہ نشے پر تم نے قابو پا لیا ہے، مگر یہ کیا کر رہے ہو؟''

''یہ مجبور کر دینے والی بات ہے؟'' اس نے اسی لہجے میں کہا تو میں نے پوچھا۔

''یہ کیفیت عارضی ہے، کیا تم جانتے اور سمجھتے ہو؟''

''ہاں میں مانتا ہوں۔'' اس نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔

''میں تمہارا، روزانہ کا کوٹہ مقرر کر رہا ہوں، اتنی ہی پینا، زیادہ نہیں۔ ہاں اگر بن پیئے بے خود ہونے کو من چاہ تو مجھے آواز دے لینا، میں تجھے ہمیشہ کی بے خودی دے دوں گا۔'' یہ کہہ میں اٹھا اور جوگی کو اشارہ کیا کہ جو مانگتا ہے اسے دے دو۔ وہ ساتھ آیا نوجوان اس کا بندوبست کرنے لگا اور میں نے جوگی کو سمجھا دیا کہ اس کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھنا ہے۔ کچھ دیر وہاں گذارنے کے بعد میں وہاں سے نور نگر کی جانب چل دیا۔

حویلی کی طرف آتے ہوئے وہی میدان راستے میں پڑتا تھا، جہاں تانی روزانہ لڑکے اور لڑکیوں کو ٹریننگ دیتی تھی۔ وہاں کل کی طرح کئی لڑکے اور لڑکیاں موجود تھیں۔ ان میں تبدیلی صرف یہی تھی کہ تانی تو ان میں موجود تھی لیکن اس کا لباس بالکل بدلا ہوا تھا۔ اس کے بدن کا کوئی اعضاء دکھائی نہیں دے رہا تھا، سر پر بڑا سا حجاب تھا، صرف اس کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ مجھے ایک دم سے شاک لگا۔ میں نے اسے کبھی اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ شاید اس نے اپنے لیے تبدیلی اپنائی ہو۔

میں اسے پرشوق نگاہوں سے دیکھتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ حویلی کے گیٹ پر سے ہی میں نے دیکھا، اماں ٹیرس میں کھڑی اسی میدان کی طرف دیکھ رہی تھی، جہاں تانی موجود تھی۔ کچھ دیر بعد میں اماں کے پاس جا پہنچا۔

''اماں کیا دیکھ رہی ہو؟'' میں نے بڑے شوق سے پوچھا تو انہوں نے میرا ماتھا چوما اور بولی۔

''ایک نئی تانی کو دیکھ رہی ہوں۔''

''نئی تانی۔ مطلب؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''تانی آج صبح فجر کے وقت مسلمان ہو گئی ہے۔'' اماں نے فخر سے کہا تو میرے اندر سکون کا دریا بہنے لگا۔ مجھ سے کچھ کہا ہی نہیں گیا لیکن اماں کہہ رہی تھی۔

''آج میں نے اسی خوشی میں پورے نور نگر کی دعوت کی ہے۔ اگر تمہیں جانا بھی ہو تو اس محفل کے بعد جانا۔

''جی اماں۔'' میں نے کہا اور اپنے کمرے کی جانب چل دیا۔ مجھے لگا میرے اندر نور ہی نور پھیل گیا ہے۔



رات کے پچھلے پہر ہی سے میڈیا چیخنے لگا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح وہی کہے جا رہے تھے، جو کوئی انہیں کہہ دیتا۔ کسی ایک چینل نے بھی یہ نہیں کہا کہ وہ گرفتار ہو گئے ہیں۔ بلکہ تیواری کے حامی چینل یہی کہہ رہے تھے کہ وہ اغوا ہو گئے ہیں اور مخالفین یہ واویلا کر رہے تھے کہ وہ خود کہیں چھپ گئے ہیں۔ کہیں پر بھی کوئی حتمی بات نہیں کی جا رہی تھی اور نہ سچ بتایا جا رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ونود رانا کی پلاننگ بالکل ٹھیک سمت جا رہی تھی۔ پولیس پر یہ دباؤ تو آ رہا تھا کہ انہیں فوری تلاش کیا جائے لیکن یہ نہیں کہ انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ونود دوہرا فائدہ لینا چاہ رہا تھا۔ ایک طرف وہ وقتی طور پر یہ گرفتاری چھپا کر حکومت کے دباؤ سے بچنا چاہ رہا تھا تو دوسری طرف دیئے گئے ثبوت کی تصدیق کر رہا تھا۔ اس دوران بہت ساری گرفتاریاں بھی وہ آسانی سے کرتا چلا جا رہا تھا۔

وہ رات ہی گرین ہاؤس واپس آ گئے تھے۔ تیواری کو جب ہوش آیا تو انہوں نے اسے کچھ نہیں کہا، بس اتنا بتا کر چلے آئے کہ جو ونود رانا نے کہا ہے وہ پورا کر دو تو تمہاری بچت ہو سکتی ہے۔ ورنہ وہ جو کرے گا، وہی جانے۔

گرین ہاؤس کی پچھلی طرف چھوٹا سا باغ تھا، جو دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے اجڑا ہوا تھا۔ جسپال وہیں بیٹھا ہوا چائے پی رہا تھا۔ تبھی اروند بھی وہیں اپنا مگ تھامے وہیں آ گیا۔

''کافی اچھی خبریں ملی ہیں۔ یہاں پر یہودیوں نے جو جگہ بنانی شروع کی ہے، اس وقت ان کے کرتا دھرتا چند لوگ ہیں۔ ان میں سے مقامی یہودی اور دوسرے لوگوں پر جی کھول کر سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ ان میں دو نام ایسے ہیں۔ جن کے بارے میں خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ سارے فیصلے کرتے ہیں۔'' اروند سنگھ نے بتایا تو جسپال نے کہا۔

''یار مسئلہ یہ نہیں ہے کہ وہ یہاں سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ کرتے رہیں، اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ سکھ دھرم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ سکھوں کا تعلق پاکستان سے ہے، دوسرا ہندوؤں کو خوش کرنے اور ان کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے۔''

''ہاں میں وہ آپ کو بتانا بھول گیا کہ ہندو قوم پرست شیوسینا ان کے ساتھ پوری طرح ہے۔ کم از کم ممبئی میں وہ ان کی پوری سپورٹ کر رہے ہیں۔ ان کے دو لوگ ہیں۔ ان چاروں کی آپس میں ایک تنظیم بنی ہوئی ہے۔''

''ان چاروں کو ختم کرنا لازمی ہے جسپال؟'' ایک دم سے بانیتا کور نے نمودار ہوتے ہوئے کہا۔

''وہ کیوں؟'' جسپال نے پوچھا۔

''وہ یہ کہ ابھی ونود کا فون آیا ہے۔ اس نے ایک بڑی اہم بات بتائی ہے۔ وہ فلم جسے ہم اپنے گلے کا پھندا سمجھ رہے ہیں وہ آفیشلی نہیں ہے۔ صرف انہی لوگوں کی بنائی ہوئی ہے۔'' بانیتا نے جوش سے کہا۔

''مگر یہ ہم جانتے ہیں کہ وہ حقیقت ہے۔'' جسپال نے مایوس ہوتے ہوئے کہا۔

''میں مانتی ہوں اور یہ سوال میں نے بھی کیا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ سی بی آئی والے لوگ جعلی تھے۔ وہ لوگ اسی تیواری کے تھے۔ یہ ایک پورا گروہ ہے جن کی جڑیں بہت دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ اس طرح نہ جانے کتنے لوگوں کو بلیک میل کرتے ہیں۔'' بانیتا نے اسی جوش سے بتایا تو اروند نے پوچھا۔

''تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے وہ لوگ فورسز کی معلومات کو اصل جگہ پر پہنچنے سے پہلے ہی اپنی دسترس میں کر لیتے ہیں۔ پھر خود ہی مختلف فورسز کا حوالہ دے کر انہیں استعمال کرتے ہیں۔ وہ ثبوت آفیشلی رہ ہی نہیں جاتے؟''

''بالکل، ونود نے اسی اعتماد پر ہم سے کام لیا ہے۔ وہ پہلے ہی جانتا تھا، اس کی تصدیق ہر دیک کے ثبوت سے ہو گئی ہے۔ وہ اسی ثبوت کی بنا پر آج دہلی گیا ہے۔ یہاں پر جگجیت بھر بھرے پوری طرح الرٹ ہے۔'' بانیتا نے بتایا تو جسپال نے سکھ کا سانس لیا اور پھر پوچھا۔

''ہم اگر چاہیں تو امرتسر یا جالندھر جا سکتے ہیں؟''

''صرف آج کا دن نہیں، جیسے ہی ونود واپس آتا ہے، وہ ہمیں گرین سگنل دے دے گا، ویسے میں اپنے طور پر بھی تصدیق کر رہی ہوں۔'' بانیتا نے پورے اعتماد سے کہا۔

''او کے۔ ایک دن اور سہی۔'' جسپال نے مسکراتے ہوئے کہا تو بانیتا نے اروند کی طرف دیکھا اور بولی۔

''ابھی جو تم نے مجھے نام بتائے ہیں، ان کے بارے میں معلومات بعد میں لینا۔ پہلے ان کی باری ہے جنہوں نے ہمارے ساتھ کھیلنے کی کوشش کی۔ ان کی نسلیں یاد رکھیں گی کہ کسی سکھنی سے پالا پڑا تھا۔ میں سب لوگوں سے کہتی ہوں کہ تیار ہو جائیں، آج کی رات ممبئی پر بہت بھاری ہو گی۔'' یہ کہتے ہوئے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔



(امجد جاوید کا یہ دلچسپ اور طویل ناول ابھی جاری ہے، باقی واقعات اگلی قسط میں پڑھیے)